ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
14 تا 20 جون 2001ء

☆ ایک خوش آئند فیصلہ ! (اداریہ)
☆ قراردادِ مقاصد اور پاکستان: نگاہِ بازگشت (تجزیہ)
☆ آہ 'بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار (مکتوب شکاگو)

اسلامی دعوت انقلاب کی شانِ امتیاز

اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب انقلابی لیڈر تھے اور سیدنا محمد ﷺ سب سے بڑے انقلابی لیڈر ہیں لیکن جو چیز دنیا کے عام انقلابیوں اور ان خداپرست انقلابی لیڈروں کے درمیان واضح خطِ امتیاز کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے انقلابی لوگ خواہ کتنے ہی نیک نیت کیوں نہ ہوں' عدل اور توسط کے صحیح مقام کو نہیں پا سکتے۔ وہ یا تو خود مظلوم طبقوں میں سے اٹھتے ہیں یا ان کی حمایت کا جذبہ لے کر اٹھتے ہیں اور پھر سارے معاملات کو انہی طبقوں کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر غیر جانبدارانہ اور خالص انسانیت کی نظر نہیں ہوتی بلکہ ایک طبقہ کی طرف غصہ ونفرت کا اور دوسرے طبقہ کی حمایت کا جذبہ لئے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ ظلم کا ایسا علاج سوچتے ہیں جو نتیجتاً ایک جوابی ظلم ہوتا ہے۔ ان کے لئے انتقام' حسد اور عداوت کے جذبات سے پاک ہو کر ایک ایسا معتدل اور متوازن اجتماعی نظام تجویز کرنا ممکن نہیں ہوتا جس میں مجموعی طور پر تمام انسانوں کی فلاح ہو۔ بخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام خواہ کتنے ہی ستائے گئے ہوں اور کتنا ہی ان پر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کیا گیا ہو' ان کی انقلابی تحریک میں کبھی ان کے شخصی جذبات کا اثر آنے نہیں پایا۔ وہ براہِ راست خدا کی ہدایت کے تحت کام کرتے تھے اور خدا چونکہ انسانی جذبات سے منزّہ ہے' کسی انسانی طبقہ سے اس کا مخصوص رشتہ نہیں' نہ کسی دوسرے انسانی طبقہ سے اس کو کوئی شکایت یا عداوت ہے' اس لئے خدا کی ہدایت کے تحت انبیاء علیہم السلام تمام معاملات کو بے لاگ انصاف کے ساتھ اس نظر سے دیکھتے تھے کہ تمام انسانوں کی مجموعی فلاح و بہبود کس چیز میں ہے اور کس طرح ایک ایسا نظام بنایا جائے جس میں ہر شخص اپنی جائز حدود کے اندر رہ سکے' اپنے جائز حقوق سے متمتع ہو سکے اور افراد کے باہمی روابط' نیز فرد اور جماعت کے باہمی تعلق میں کامل توازن قائم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی انقلابی تحریک کبھی طبقاتی نزاع (class war) میں تبدیل نہ ہونے پائی۔ انہوں نے اجتماعی تعمیر نو (social reconstruction) اس طرز پر نہیں کی کہ ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ پر مسلط کر دیں' بلکہ اس کے لئے عدل کا ایسا طریقہ اختیار کیا جس میں تمام انسانوں کے لئے ترقی اور مادی و روحانی سعادت کے یکساں امکانات رکھے گئے تھے۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیف ''تفہیمات'' (حصہ اول) سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۲۱)

﴿وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ۝ اَلَاۤ اِنَّھُمۡ ھُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ ۝﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے زمین میں فساد مت پھیلاؤ' وہ کہتے ہیں ہم تو صلح جو لوگ ہیں (مصالحت چاہتے ہیں' اصلاح کے لئے کوشاں ہیں) توجہ سے سن لو' حقیقتاً وہی مفسد ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے''۔

ازروئے قرآن فساد فی الارض کیا ہے؟ یہ زمین اللہ کی ہے' اللہ ہی اس کا حاکمِ حقیقی ہے لہٰذا اللہ ہی کی مرضی کے مطابق یہاں انسان کو زندگی گزارنی چاہئے۔ یہی حق ہے' یہی درست طرزِ عمل ہے۔ اس کے خلاف جو عمل بھی ہے وہ فساد اور بغاوت ہے۔ فساد انفرادی زندگی میں بھی ہو سکتا ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی۔ مثلاً ایک شخص کسی ملک کا بادشاہ بن گیا ہے۔ اگر وہ اللہ کی مرضی کے مطابق حکومت نہیں کر رہا بلکہ اپنی مرضی کا مالک ہے' تو اس کے اس عمل سے اجتماعی زندگی میں فساد برپا ہو جائے گا۔ اسی طرح ایک شخص جو خدا کے حکم کے بجائے اپنی مرضی کا مالک ہے وہ بھی گویا کہ خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ جیسا کہ مولانا روم نے کہا ہے ؎

نفس ما ہم کمتر از فرعون نیست

لیکن او را عون ایں را عون نیست!

یعنی ہمارا نفس بھی فرعون سے کم نہیں ہے۔ یہ بھی فرعون کی طرح خدائی کا مدعی ہے کہ یہ وجود میرا ہے' اس پر میری مرضی چلے گی' مجھے یہ شے پسند ہے' مجھے نہیں معلوم کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے' مجھے بہرحال یہ شے ملنی چاہئے۔ فرعون کے پاس عون تھا' لاؤلشکر تھا' اس لئے اس نے زبان سے بھی دعویٰ کر دیا ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی﴾ ہمارے نفس کے پاس لاؤلشکر نہیں۔ لہٰذا ہماری زبان پر تو عموماً یہی ہوتا ہے کہ میں فقیر ہوں' درویش ہوں' میرے پاس کچھ نہیں ہے' لیکن اگر میرا نفس اندر یہی دعویٰ کر رہا ہے تو یہ بھی فساد ہی ہے۔ درحقیقت یہ اللہ کی بندگی کی بجائے اپنے نفس کی بندگی ہے اور جان لیجئے کہ اگر آپ نے معاشرے اور زمانے کے چلن کی بندگی کی تو بظاہر آپ چاہے کتنے ہی امن میں ہیں حقیقت میں آپ کی زندگی میں فساد ہے۔

اسی طرح ایک معاشرہ جو بغاوت پر مبنی ہے۔ اس کو یوں سمجھئے جیسے ڈاکوؤں کا کوئی اڈا ہو۔ ڈاکو ایک دوسرے کو کچھ نہیں کہتے' وہ باہر جا کر ڈاکے ڈالتے ہیں۔ اپنے اس اڈے پر وہ بڑے پُرامن ہیں۔ لیکن اس کو فساد ہی کہا جائے گا کیونکہ یہ فساد کا گڑھ ہے۔ اگر ایک جگہ پر بہت سارے سانپ اور بچھو ہوں مگر وہ ایک دوسرے کو ڈس نہ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں امن ہے۔ حقیقت میں ان کی فطرت کے اندر فساد موجود ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں اصل امن یہ ہے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق اس دنیا کا نظام انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر چلایا جائے۔ اگر کسی معاشرے کا چلن اس کے خلاف ہو تو چاہے وہ معاشرہ کتنا ہی پُرامن نظر آتا ہو زمین میں فساد پھیلانے کا موجب بنے گا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ میں بڑا امن ہے' لوگ بڑے مہذب اور خوش اخلاق ہیں' ایک دوسرے کا بڑا پاس اور لحاظ کرنے والے ہیں' لیکن ساری دنیا کو یہ معلوم ہے کہ پوری دنیا کے لوگوں کی محنت اور مزدوری سے کمائی ہوئی دولت کو امریکہ کھینچ رہا ہے' لوگوں کا استحصال کر رہا ہے اور خون چوس رہا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ اصل میں تو یہ ڈاکو ہیں۔ امپیریلزم کی صورت میں پوری نوع انسانی کی دولت پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے' چاہے اپنے ہاں انہوں نے امن فراہم کیا ہے' لیکن یہ درحقیقت ڈاکوؤں کا اڈا ہے۔ انہوں نے خدا سے بغاوت کی روش اختیار کر رکھی ہے۔ لہٰذا آج پوری زمین میں فساد پھیلانے کا ذمہ دار یہی امریکہ ہے۔ اگرچہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ تو امن قائم کرنے اور اصلاح کی غرض سے پوری دنیا میں یہ اقدامات کر رہا ہے۔

فرمانِ نبوی

چوہدری رحمت اللہ بٹر

کھرے اور کھوٹے کی پہچان!

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ : ((اِنَّ اللّٰہَ یُجَرِّبُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡبَلَاءِ وَھُوَ اَعۡلَمُ بِہٖ کَمَا یُجَرِّبُ اَحَدُکُمۡ ذَھَبَۃً بِالنَّارِ' فَمِنۡھُمۡ مَنۡ یَّخۡرُجُ کَالذَّھَبَۃِ الۡاِبۡرِیۡزِ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ نَجَاہُ اللّٰہُ مِنَ السَّیِّاٰتِ' وَمِنۡھُمۡ مَنۡ یَّخۡرُجُ کَالذَّھَبِ الۡاَسۡوَدِ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ قَدِ افۡتُتِنَ)) (رواہ الحاکم)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مصیبتیں نازل فرما کر تمہاری آزمائش کرتا ہے حالانکہ اسے (تمہارے بارے میں) خوب معلوم ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے سونے کو آگ پر تپا کر پرکھتا ہے۔ پھر تم میں سے کچھ تو خالص سونے کی طرح نکلتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک کر دیا اور کچھ لوگ ایسے نکلتے ہیں جیسے کالا سونا (وہ سونا جس کے ساتھ کھوٹ ملا ہوا ہو)۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فتنوں میں پڑ گئے''۔

دنیا میں مؤمنوں پر جو آزمائشیں آتی ہیں وہ ضروری نہیں ہے کہ کسی کوتاہی یا نافرمانی ہی کی وجہ سے ہوں بلکہ فرمایا جا رہا ہے کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آزمائش سے اس لئے گزارتے ہیں کہ ان کی استقامت کی پرکھ ہو جائے اور اس کے ذریعے کھوٹے کھرے کی پہچان ہو جائے۔ دوسرے ان آزمائشوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو اس دنیا ہی میں دھو دینا چاہتے ہیں تاکہ آخرت میں وہ عذاب سے بچ جائیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امتحان اُسی کا لیا جاتا ہے جو واقعی امتحان دینے کے قابل ہوتا ہے کہ اسے اگلے درجے میں ترقی دی جائے اور اگر امتحان نہ ہو تو درجات کی بلندی بھی نصیب نہیں ہوتی۔ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کھوٹ ہوتی ہے وہ ان آزمائشوں کے وقت گھبرا کر ثابت قدم نہیں رہتے اور یہ آزمائشیں ان کی محرومی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ یہ ان کے لئے ہوتا ہے جو کنارے کنارے رہ کر اللہ کی بندگی کرنے والے ہوتے ہیں' وہ آسائشوں میں تو مطمئن ہوتے ہیں لیکن ذرا آنچ آئے تو پھسل جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا و آخرت کا خسارہ پا لیتے ہیں۔ بندۂ مؤمن کو ثابت قدم رکھنے والا اس کا یہ یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی وارد ہو رہا ہے وہ میرے مالک کے اذن سے ہے' اور میرا مالک اگر ابتلاء ہی چاہتا ہے تو مجھے تو اس کی خوشنودی مطلوب ہے۔ اور پھر وہی تو ہے جو اس آزمائش سے نکالنے والا ہے۔ اس کا تو حال یہ ہونا چاہئے ؎

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا!

خدا خالق' خدا مالک' خدا کا حکم' تُو کیسا؟

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 20
7 تا 13 جون 2001ء
(۱۴ تا ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
زر تعاون (اندرون پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے
سالانہ زر تعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت'
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

ایک خوش آئند فیصلہ!

گزشتہ روز کی یہ خبر خاصی خوش آئند ہے کہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں شامل تین ججوں نے یو بی ایل کی اس درخواست کے بارے میں جس میں استدعا کی گئی تھی کہ سود کو حرام قرار دینے کا فیصلہ معطل کیا جائے' صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہ فیصلہ معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق سوموار ۱۱ جون کی صبح مسٹر جسٹس شیخ ریاض کی سربراہی میں مسٹر جسٹس منیر اے شیخ اور مسٹر جسٹس مولانا تقی عثمانی کے روبرو یو بی ایل کی مذکورہ بالا درخواست زیر سماعت آئی' لیکن آغاز ہی میں لاہور کے قابل احترام ایڈووکیٹ جناب اسمٰعیل قریشی کے اس اعتراض کو درست تسلیم کرتے ہوئے مسٹر جسٹس شیخ ریاض نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ ہم حکومت کی کوئی درخواست نہیں نمٹا سکتے کیونکہ شریعت اپیلیٹ بنچ مکمل نہیں ہے۔ اس موقع پر فاضل عدالت کے ایک معزز رکن مسٹر جسٹس منیر اے شیخ کا یہ عدالتی بیان بھی قابل تحسین ہے کہ ''ہم سود کو حرام قرار دینے کا فیصلہ معطل نہیں کر سکتے۔ شریعت اپیلٹ بنچ نے سود کو حرام قرار دیا' اسلام کے منافی قانون کو ہم کیسے بحال کر سکتے ہیں۔''...... تاہم بعد میں یو بی ایل کی جانب سے پیش ہونے والے ایڈووکیٹ راجہ اکرم اور اٹارنی جنرل کی اس مشترکہ استدعا کے جواب میں کہ اگر فاضل عدالت یہ فیصلہ معطل کرنے کا اختیار نہیں رکھتی تو وقت میں توسیع دینے کا اختیار تو رکھتی ہے' مسٹر جسٹس منیر اے شیخ اور مسٹر جسٹس تقی عثمانی نے یہ موقف اختیار کیا کہ حکومت نے فیصلہ معطل کرنے کی استدعا کی ہے وقت میں توسیع کی درخواست نہیں کی' اس ضمن میں باقاعدہ درخواست آئے تو عدالت اس کا جائزہ لے سکتی ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اس وقت پوری قوم کی نگاہیں عدالت عظمیٰ پر مرکوز ہیں۔ سود پر پابندی کے حوالے سے عدالت عظمیٰ کے فیصلے سے گریز ہمارے حکمرانوں کی مستقل روش ہے۔ اس معاملے میں سابقہ اور موجودہ تمام حکومتوں کی بددیانتی اور بدنیتی کا سب سے بڑا ثبوت سابق چیف جسٹس جناب وجیہہ الدین کے بقول یہ ہے کہ ہماری حکومتوں نے سود کے خاتمے کے لئے تاحال کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی اور اس ضمن میں جو ضروری ہوم ورک کیا جانا چاہئے تھا اس میں مسلسل غفلت اور تساہل سے کام لیا...... اب دیکھنا یہ ہے کہ سپریم کورٹ اس معاملے میں کس درجے استقامت اور استقلال کا مظاہرہ کرتی ہے۔ سودی معیشت سے نجات اور آئی ایم ایف کے چنگل سے رہائی کا دن ہی ہمارے لئے حقیقی مسرت اور آزادی کا دن قرار پا سکتا ہے۔

بنک کے سود اور یو بی ایل کے مذکورہ اقدام کے خلاف نیویارک سے بذریعہ ای میل موصول ہونے والا ایک مسلمان خاتون محترمہ ماہ نور فاطمہ کا درج ذیل مراسلہ مسلمانان پاکستان کی غیرت دینی کے لئے ایک تازیانے سے کم نہیں' وہ لکھتی ہیں:

''کئی لوگوں نے بینک میں پی ایل ایس اکاؤنٹ کھول رکھے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سود نہیں ہے کیونکہ یہ کسی اور عنوان کے تحت ملتا ہے اور اسے ہماری حکومت (جسے کسی طور پر بھی اسلامی نہیں کہا جا سکتا) کی سرپرستی اور قانونی حیثیت حاصل ہے۔ حالانکہ یہ سود ہی کی ایک شکل ہے اور قیامت کے دن ہم اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کے لئے جواب دہ ہوں گے۔

جہاں تک یقین و ایمان اور عقیدے کا تعلق ہے' سب سے بدتر گناہ ''شرک'' ہے جب کہ اعمال کے حوالے سے سب سے بدتر یہی سود کا معاملہ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے: ''ایسے لوگوں کے خلاف جو سود کے لین دین میں شامل ہوں' اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا اعلان جنگ ہے۔'' ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سود کا لین دین اپنی والدہ کے ساتھ گناہ کا مرتکب ہونے سے ستر گنا زیادہ ہے۔'' ان وعیدوں کے بعد ہم مسلمانوں کے لئے کیا جواز باقی رہ جاتا ہے کہ ہم اس برائی کو باقی رکھیں اور اس بے رحم نظام کی تائید کریں جو یہودیوں کی طرف سے اقوام عالم پر تھوپ دیا گیا ہے!

حکومت پاکستان اس بات کی پابند ہے کہ ۳۰ جون ۲۰۰۱ء سے پہلے اس سودی نظام کا خاتمہ کرے۔ لیکن اب (حکومتی سرپرستی میں چلنے والے ایک بنک) یو بی ایل کے صدر کی طرف سے اس حکم کے خلاف ایک اپیل دائر کی گئی ہے تاکہ ملک میں اسلامی بینکاری نظام کے آغاز میں مزید تاخیر پیدا کی جا سکے۔ اس کے خلاف پاکستان کی مذہبی جماعتوں کا اتحاد خوش آئند ہے۔ مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب کو چاہئے کہ علماء کے فیصلے کے مطابق یو بی ایل میں اپنے اکاؤنٹ احتجاجاً فی الفور بند کر دیں۔ ہمیں اپنی رقوم ایسے اکاؤنٹ میں جمع کروانی چاہئیں جس میں سودی نفع یا نقصان شامل نہ ہو۔ اس اسلامی مقصد میں ہم سب کو اپنی کوشش کرنی چاہئے' خواہ وہ تحریری' تقریری یا عملی کسی بھی شکل میں ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہم سے دنیا میں اور آخرت میں راضی ہوگا!

یہاں یہ بات بتانا ضروری سمجھتی ہوں ہمارا گھرانہ نو سال سے امریکہ میں رہائش پذیر ہے لیکن ہم میں سے کسی کا بھی ایسا بچت کھاتہ نہیں ہے جس میں سود کا عمل دخل ہو۔ اس کے علاوہ میں کچھ اور مسلمان خاندانوں کو بھی جانتی ہوں جو اس سودی بچت کھاتے کی لعنت سے دور ہیں۔ تو ذرا سوچئے! جب ہم اس مغربی سیکولر معاشرے میں رہتے ہوئے اس لعنت سے بچ سکتے ہیں تو آپ ایک مسلمان ملک (پاکستان) میں رہتے ہوئے اس لعنت سے چھٹکارا کیوں نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان مضبوط ہو۔''

اسلامی انقلاب آنحضور ﷺ کے منہاج اور اسوہ کو اختیار کرنے سے برپا ہوگا

حضور ﷺ کے انقلاب کی نمایاں شان یہ ہے کہ آپؐ نے دنیا کو ایک عادلانہ نظام اور نیا تمدن دیا

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۸ جون کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ماہ ربیع الاول کا نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ سے گہرا تعلق ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش بھی اور وفات بھی اسی ماہ میں ہوئی ہے۔ آپؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت بھی اسی ماہِ مبارک میں فرمائی۔ ہمارے ہاں ۱۲ ربیع الاول کا دن آپؐ کے جشنِ ولادت کے طور پر منایا جاتا ہے حالانکہ یہ آپؐ کا یومِ وصال ہے۔ زیادہ ترصحیح روایات کے مطابق حضور ﷺ کا یوم ولادت ۹ ربیع الاول ہے۔ حضور ﷺ کی تاریخ وفات کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا جب انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک بڑی جماعت موجود تھی اور آپؐ کی شہرت سرزمین عرب ہی تک نہیں' قیصر و کسریٰ کے ایوانوں تک پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا آپؐ کی وفات کا دن تاریخ کے اوراق میں بڑے اہتمام کے ساتھ محفوظ کیا گیا جبکہ تاریخ پیدائش کے محفوظ رہنے کا کوئی ظاہری سبب نہ تھا' اس لئے اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے کہ آپؐ کی ولادت مبارک اسی ماہ میں ہوئی۔ میرے نزدیک ۱۲ ربیع الاول کو جشنِ عید کے طور پر منانا درست نہیں کیونکہ اوّل تو یہ آپؐ کا یومِ وصال ہے' دوسرے ہمارے دین میں صرف دو عیدیں ہیں' عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ ان کے علاوہ کسی اور دن کو عید کی حیثیت سے منانا آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں ہے۔ بہرحال اس دن سیرت کے جلسے منعقد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس دن جلوسوں کے سلسلے کا آغاز بھی بعض علماء نے اس لئے کیا کہ ہندوستان میں تعزیہ کے جلوسوں سے معاشرے میں شیعہ نظریات کو بہت فروغ ملتا تھا لہٰذا اس کے توڑ میں اس دن جلوسوں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

آنحضور ﷺ کی سیرت کے حوالے سے یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ حضور ﷺ کا مقام انسانی فہم سے بالا تر ہے۔ آپؐ کے مقام کا درست تعین دوسرے انبیاء و رسل کے لئے بھی ممکن نہیں کیونکہ آپؐ کا مقام ان سب سے بلند و بالا ہے جبکہ کسی کے مقام و مرتبہ کا ٹھیک ٹھیک تعین یا تو وہ شخص کر سکتا ہے جو خود اس مقام پر فائز ہو یا پھر وہ ہستی کر سکتی ہے جو بلند تر مقام کی حامل ہو۔ اس اعتبار سے شیخ سعدی کا یہ شعر بہترین ترجمانی کرتا ہے۔

لا یُمکِنُ الثَّناءُ کَما کانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لہٰذا ہمیں دو اعتبار سے حضور ﷺ کی سیرت پر غور کرنا چاہئے۔ ایک تو یہ کہ حضور ﷺ نے بحیثیت انسان دنیا کا سب سے عظیم اور کامل انقلاب کس طرح برپا کیا اور آپؐ کے مشن کی تکمیل کے حوالے سے ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں۔ دوسرے یہ کہ بحیثیت انسان آپؐ کا عام زندگی میں وہ اسوۂ حسنہ کیا تھا جو ہمارے لئے روشنی کا مینار اور بہترین نمونہ ہے۔ مثلاً ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بحیثیت شوہر آپ کا اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کیا رویہ تھا اور ازواج مطہرات آپؐ کے حسن سلوک کے

> **نصرت رسول کا مفہوم فریضہ رسالت و نبوت**
>
> **کی ادائیگی میں آپ کا حامی و مددگار بننا**

بارے میں کیا گواہی دیتی ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ باپ بھی تھے' یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھئے کہ وہ کیسے باپ تھے۔ اس سے آگے چلیں تو ماننا پڑے گا کہ انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے کہ اس میں آپؐ کا اسوۂ موجود نہ ہو۔ آپ بیک وقت چیف جسٹس بھی ہیں' مسجد کے امام اور خطیب بھی ہیں' معلم بھی' سپہ سالار بھی ہیں' آپ مدرس ہیں' مربی و مزکی اور مبلغ بھی ہیں۔

گویا کہ دنیا میں جتنی بھی انسانی حیثیتیں ممکن ہیں وہ آپؐ کی ذات مبارک میں جمع ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اعلان فرمایا گیا:

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾

''تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''۔

صرف ایک گوشہ ایسا ہے یعنی عورتوں کے نسوانی امور' جس میں حضور ﷺ کا کوئی اُسوہ موجود نہیں مثلاً ایک مثالی بیوی کا اپنے شوہر کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہئے وغیرہ۔ لہٰذا اس پہلو سے اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو مسلمان خواتین کے لئے نمونہ بنایا ہے۔ سورۃ الاحزاب میں جہاں آنحضور ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ آپؐ مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ کا درجہ رکھتے ہیں وہیں اگلے رکوع میں آنحضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے خصوصی مقام اور کردار کا ذکر بھی واضح الفاظ میں فرمایا دیا گیا۔

سب سے معتبر خوبی وہ ہوتی ہے جس کا دشمن بھی اعتراف کرے' چنانچہ دور حاضر کے غیر مسلم مفکرین نے بھی آپؐ کے بارے میں تسلیم کیا ہے کہ دنیا کا عظیم ترین انقلاب حضرت محمدؐ نے برپا کیا۔ مثلاً ۱۹۲۰ء میں ایم این رائے نے بریڈلاء ہال لاہور میں

Historical Role of Islam

کے موضوع پر تقریر کی اور کہا:

''تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب حضرت محمدؐ نے برپا کیا۔ محمدؐ کے ماننے والے جب جزیرہ عرب سے نکلے تو دنیا ایک نئے نظام اور ایک نئے تمدن سے روشناس ہوئی اور پوری دنیا میں علم کی روشنی پھیل گئی''۔

ایچ جی ویلز نے اپنی کتاب

Concise History of the World

میں آپؐ کے حوالے سے جو باب باندھا ہے اس میں اگرچہ اس نے آپؐ کی ذاتی زندگی خصوصاً تعدد ازدواج کے حوالے سے بڑے رکیک حملے کئے ہیں لیکن آخر میں خطبہ حجۃ الوداع کا حوالہ دیتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ:

''اگرچہ انسانی اخوت و حریت و مساوات کے وعظ تو پہلے بھی بہت کہے گئے اور حضرت عیسیٰ کے ہاں بھی ایسے بہت سے وعظ ملتے ہیں لیکن ماننا پڑتا ہے کہ ان اصولوں پر انسانی معاشرہ سب سے پہلے (حضرت) محمدؐ نے قائم کیا''۔

ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب The Hundred میں ان سو آدمیوں کو منتخب کیا ہے جنہوں نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ اس نے جب ان کی درجہ بندی کی تو اس نے سب سے اونچا مقام حضور اکرم ﷺ کو دیا۔ وہ لکھتا ہے کہ:

''مجھ سے پوچھا جانا چاہئے کہ میں حضور ﷺ کو پہلے نمبر پر کیوں لایا۔ دراصل میرے نزدیک حضرت

محمد ﷺ دنیا میں واحد شخصیت ہیں جو انسانی زندگی کے دونوں اہم گوشوں یعنی سیکولر اور مذہب' دونوں میدانوں میں کامیاب ترین انسان ہیں''۔

آپؐ نے جو انقلاب برپا کیا اور جسے غیر مسلم بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں' اس کے حوالے سے ہمارے لئے غور طلب بات یہ ہے کہ وہ منہج' وہ طریق کار اور وہ Methodology کیا تھی جس کو اختیار کر کے حضور ﷺ نے دنیا کا یہ عظیم ترین انقلاب برپا کیا۔ دراصل اللہ نے جہاں تمام انبیاء کو جدا جدا شریعتیں عطا فرمائیں وہاں ان کو منہاج بھی مختلف عطا فرمائے' اگرچہ دین سب کا ایک ہی تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منہاج کچھ اور تھا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کچھ اور۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ زور اس بات پر تھا کہ غلام مسلمان قوم (بنی اسرائیل) کو فرعون کی غلامی سے آزادی دلائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منہاج یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں ایمان حقیقی اور دین کی روح پیدا کریں۔ حضرت عیسیٰ کی قوم بھی اگرچہ رومیوں کے زیر تسلط تھی لیکن اپنی قوم کو اس سیاسی جبر سے نجات دلانے کا ذکر تک ان کی دعوت میں نہیں ملتا۔ حضرت محمد ﷺ کا منہاج یہ تھا کہ آپؐ نے ایک منظم جماعت تشکیل دی جو سمع و طاعت والی جماعت تھی۔ جب آپؐ کی جماعت کے ارکان کی تربیت کے تمام مراحل مکمل ہو گئے اور وہ پختہ ہو گئے تو آپؐ نے اقدام کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا فرما دیا۔ یہ فلسفۂ سیرت ہے جسے ہمارے لئے سمجھنا ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ

انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں
جس میں آپؐ کا اسوہ موجود نہ ہو

چونکہ آخری نبی ہیں اور آپؐ کا دور رسالت چونکہ قیامت تک جاری ہے' اس لئے آپؐ کے بعد آپؐ کے مشن کی تکمیل یعنی کل روئے ارضی پر دین غالب کرنا اب ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ کام اسی منہاج اور اسوہ کو اختیار کرنے سے پایہ تکمیل کو پہنچے گا جس کے خدو خال ہمیں آنحضور ﷺ کی سیرت میں ملتے ہیں۔ یہ ہیں سیرتِ طیبہ کے وہ پہلو جن میں ہمارے لئے عظیم رہنمائی اور اُسوہ موجود ہے۔

ان کے ساتھ ساتھ اس بات کے سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ میری اور آپ کی اُخروی نجات کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ہم حضور ﷺ سے اپنے تعلق اور نسبت کو درست بنیادوں پر قائم کریں۔ جلسے' جلوس اور خالی خولی عشق رسولؐ کے دعوے حضور ﷺ سے ہمارے تعلق کا پیمانہ نہیں۔

اس ضمن میں سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷ میں ہمارے لئے رہنمائی موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''...پس جو لوگ ایمان لائے آپ (ﷺ) پر اور جنہوں نے آپ (ﷺ) کی توقیر و تعظیم کی اور جنہوں نے آپ (ﷺ) کی مدد اور حمایت کی (یعنی نبی اکرم ﷺ کے مشن میں آپ ﷺ کے دست و بازو بنے اور آپ ﷺ کے مشن اور مقاصد کی تکمیل میں اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو کھپایا) اور جنہوں نے اس نور کا اتباع کیا جو آپؐ کے ساتھ نازل کیا گیا ہے (یعنی قرآن حکیم) تو یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں''۔

اس آیت مبارکہ کی رو سے ہمارا حضور ﷺ سے متعلق چار بنیادوں پر استوار ہونا چاہئے:

نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی اولین اور بنیادی نوعیت یہ ہے کہ آپؐ پر ایمان لایا جائے اور آپؐ کی تصدیق کی جائے۔ اس ایمان کے دو درجے یا دو پہلو ہیں' ایک اقرار باللسان اور دوسرے تصدیق بالقلب' یعنی نبی اکرم ﷺ پر ایمان کے ضمن میں زبان سے اس امر کا اقرار کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں' اور دل سے اسی بات کی تصدیق اور اس پر یقین کامل رکھنا۔ ایمان کے یہ دونوں درجے جب مل کر ایک وحدت بنیں گے تب ہی درحقیقت ایمان مکمل ہوگا۔

جب حضور ﷺ کے بارے میں یہ یقین حاصل ہو گیا کہ آپؐ ہمارے خالق و مالک اور ہمارے آقا و پروردگار کے بھیجے ہوئے رسول ہیں' جنہیں اس نے ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے' تو اس ایمان کا پہلا فطری اور لازمی نتیجہ حضور ﷺ کی توقیر و تعظیم اور آپؐ کا حد درجہ ادب و احترام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی' آپؐ کی حکم عدولی اور آپؐ کے ارشادات کو پس پشت ڈال دینا تو بڑی دور کی بات ہے' محض یہ سوئے ادب کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کر دیا جائے' بھی اللہ کی نگاہ میں نہایت سنگین جرم ہے۔ اس پر سورۃ الحجرات میں بڑی شدید تنبیہ کی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے معاملے میں ایسی بے احتیاطی کے نتیجے میں اب تک کے سارے نیک اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں معلوم تک نہ ہوگا کہ تم نے اس بے ادبی اور بے احتیاطی سے کیا کچھ کھو دیا۔ آج حضور ﷺ کے کسی فرمان کے مقابلے میں خاموشی اختیار کرنے کے بجائے اپنی رائے کو فوقیت دینا آپ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے کے مترادف ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور آپؐ کی توقیر و تعظیم کے دو لازمی تقاضے —— اطاعتِ رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں''۔ (مشکوٰۃ)

یعنی ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد جب تک ان تمام احکام شریعت' حدود و قیود اور اوامر و نواہی کو دلی آمادگی کے ساتھ تسلیم نہیں کیا جاتا جو رسول اللہ ﷺ نے قرآن و سنت کے ذریعے سے پیش فرمائے ہیں تب تک ایمان کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ کی اطاعت کا حکم ملے گا وہاں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم بھی ساتھ ہی موجود ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ کو صرف مرکز عقیدت سمجھ لینا ہرگز کافی نہیں' بلکہ ایمان اور توقیر و تعظیم کے لازمی عملی نتیجے کے طور پر آپؐ کو مرکز

اتباع رسول کو ترک کرنے سے ہم
ذلت و رسوائی کا مرقع بنے ہوئے ہیں

اطاعت تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر ایمان اور آپؐ کی توقیر و تعظیم کا دوسرا لازمی تقاضا آپؐ سے شدید ترین محبت ہے۔ اس ضمن میں خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لئے اس کے باپ' اس کے بیٹے اور تمام انسانوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں''۔ (متفق علیہ)

آنحضور ﷺ سے ہمارے تعلق کی تیسری اور نہایت اہم بنیاد از روئے قرآن یہ ہے کہ ہم آپؐ کی نصرت کریں۔ نصرت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فریضہ رسالت و نبوت کی ادائیگی میں' دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری ادا کرنے میں' تکبیر رب اور غلبہ و اقامت دین کی کٹھن مہم میں آپؐ کا حامی و مددگار بننا۔ اس کام میں آپؐ کے صحابہ نے آپؐ کی ہر طرح مدد کی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ہم آج حضور ﷺ کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں۔ دراصل حضور ﷺ کا یہ مشن آج بھی زندہ ہے۔ آج ہمیں کل روئے ارضی پر غلبہ دین کے لئے آپؐ کے مشن کی تکمیل میں اپنا تن من دھن لگانا ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی چوتھی بنیاد قرآن مجید کو حرزِ جاں بنانا ہے۔ یہ وہ نورِ ہدایت ہے جو نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا' اس کا اتباع اور اس کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں حضور ﷺ نے جو آخری بات فرمائی وہ اسی قرآن مجید کے بارے میں تھی کہ

''میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جسے اگر تم مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو تا ابد کبھی گمراہ نہیں ہو گے' اور وہ چیز اللہ کی کتاب ہے''۔ (مسلم)

اللہ کے اس نور کا جو نبی اکرم ﷺ کے توسط سے ہم کو ملا'

(باقی صفحہ 8 پر)

قرارداد مقاصد اور لیاقت علی خان مرحوم کی ایک تاریخی تقریر کے حوالے سے تاریخ پاکستان پر

ایک نگاہ بازگشت

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

قرارداد مقاصد

چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیر حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد خودمختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

جس کی رو سے مملکت جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ سے استعمال کرے جس میں اصول جمہوریت وحریت ومساوات ورواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

جس کی رو سے انسان کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں۔

جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جو اب تک پاکستان میں داخل یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاقیہ بنائیں جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ ومتعینہ اختیارات کے ماتحت خودمختار ہوں۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے ماتحت مساوی حیثیت ومواقع، قانون کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی عدل، خیال، اظہار عقیدہ ودین وعبادات اور ارتباط کی آزادی شامل ہوں۔

جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ وپست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔ جس کی رو سے نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔

جس کی رو سے وفاقیہ علاقوں کی صیانت، ان کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کی برو بحر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے تاکہ اہل پاکستان فلاح وخوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں، اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبود میں کماحقہ اضافہ کر سکیں۔

ابو الحسن

لیاقت علی خان کی تقریر

اسلام: اکسیر اعظم

''جناب والا! میں اس موقع کو ملک کی زندگی میں بہت اہم سمجھتا ہوں۔ بااعتبار اہمیت صرف حصول آزادی ہی اس سے بلندتر ہے کیونکہ حصول آزادی سے ہمیں اس بات کا موقع ملا کہ ہم ایک مملکت کی تعمیر اور اس کے نظام سیاست کی تشکیل اپنے نصب العین کے مطابق کر سکیں۔

میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے ملت قائداعظم نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے جذبات کا متعدد موقعوں پر اظہار کیا تھا اور قوم نے ان کے خیالات کی تائید غیر مبہم الفاظ میں کی تھی۔ پاکستان اس لئے قائم کیا گیا کہ اس برصغیر کے مسلمان اپنی زندگی کی تعمیر اسلامی تعلیمات و روایات کے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ وہ دنیا پر عملاً واضح کر دینا چاہتے تھے کہ آج حیات انسانی کو جو طرح طرح کی بیماریاں لگ گئی ہیں ان سب کے لئے اسلام اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے۔ ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ ان برائیوں کا اصل سبب یہ ہے کہ انسان اپنی مادی ترقی کے ساتھ قدم نہ بڑھا سکا اور انسانی دماغ نے سائنسی ایجادات کی شکل میں جو جن اپنے اوپر مستولی کر لیا ہے اب اس سے نہ صرف انسانی معاشرہ کے سارے نظام اور اس کے مادی ماحول کی تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے بلکہ اس مسکن خاکی کے بھی تباہ ہو جانے کا اندیشہ ہے جس پر انسان آباد ہے۔

یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگر انسان نے زندگی کی روحانی قدروں کو نظرانداز نہ کیا ہوتا اور اگر خدا کی نسبت اس کا اعتقاد کمزور نہ ہو گیا ہوتا تو اس سائنسی ترقی سے خود اس کی ہستی ہرگز خطرہ میں نہ پڑتی۔ محض وجود باری کا احساس انسانیت کو اس تباہی سے بچا سکتا ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ انسان کی جو قوتیں حاصل ہیں ان سب کو ایسے اخلاقی معیاروں کے مطابق استعمال کرنا لازمی ہے جو وحی سے فیض یاب ہونے والے ان معلموں نے معین کر دیئے ہیں جنہیں ہم مختلف مذاہب کے جلیل القدر پیغمبر سمجھتے ہیں۔

مقتدر اعلیٰ: اللہ تعالیٰ

ہم پاکستانی ہوتے ہوئے اس بات پر شرمندہ نہیں ہیں کہ ہماری غالب اکثریت مسلمان ہے اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم اپنے ایمان اور نصب العین پر قائم رہ کر ہی دنیا کی فوز و فلاح میں حقیقی اضافہ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جناب والا آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ اس قرارداد کی تمہید میں صاف اور صریح الفاظ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ تمام اختیار واقتدار کا ذات الٰہی کے تابع ہونا لازمی ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہ نظریہ مغربی حکیم میکاویلی کے خیالات کے بالکل برعکس ہے جس کا تصور مملکت یہ ہے کہ اس کے نظام حکومت میں روحانی اور اخلاقی قدروں کو مطلق دخل نہیں ہونا چاہئے اس لئے شاید اس بات کا خیال بھی رواج کے کسی قدر خلاف ہی سمجھا جاتا ہے کہ مملکت کو خیر کا آلہ ہونا چاہئے نہ کہ شر کا، لیکن ہم پاکستانیوں میں اتنی جرات ایمانی ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمام اقتدار اسلام کے قائم کردہ معیاروں کے مطابق استعمال کیا جائے تاکہ اس کا غلط استعمال نہ ہو سکے۔ اقتدار تمام تر ایک مقدس امانت ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس لئے تفویض ہوا ہے کہ ہم اسے نوع انسانی کی

خدمت کے لئے استعمال کریں اور یہ امانت ظلم وتشدد اور خودغرضی کا آلہ نہ بن جائے۔

جمہوریت

بہرصورت میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے ہرگز مراد یہ نہیں ہے کہ ہم حکمرانوں اور بادشاہوں کے ظل الٰہی ہونے کے فرسودہ نظریہ کو پھر سے زندہ کریں۔ کیونکہ جذبہ اسلامی کے تحت تمہید قرارداد میں اس حقیقت کو کلی طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ خدا نے اختیارات سوائے جمہور کے کسی اور کو تفویض نہیں کئے اور اس کا فیصلہ خود جمہور ہی کو کرنا ہوگا کہ یہ اقتدار کن لوگوں کے ذریعے استعمال کیا جائے گا۔ اس لئے قرارداد میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ مملکت تمام حقوق و اختیارات کو عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے کام میں لائے گی۔ یہی جمہوریت کا نچوڑ ہے کیونکہ جمہور ہی کو اختیارات کی امانت کا حامل تسلیم کیا گیا ہے۔ پھر جمہور ہی کو ان اختیارات کے استعمال کا مجاز ٹھہرایا گیا ہے۔

تھیوکریسی کی نفی

جناب والا! میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ اختیارات کے حقیقی حامل جمہور ہیں۔ چنانچہ قدرتی طور پر ''تھیوکریسی'' کے لغوی معنی ''خدا کی حکومت'' ہیں اور اس اعتبار سے تو کل کائنات ہی ''تھیوکریسی'' ہوئی کیونکہ کائنات کا کون سا گوشہ ایسا ہے جہاں اسے قدرت حاصل نہیں لیکن اصطلاح میں ''تھیوکریسی'' کلیسائی حکومت کو کہتے ہیں یعنی برگزیدہ پادریوں کی حکومت' جو محض اس بنا پر اختیار رکھتے ہوں کہ وہ ایسے اہل تقدس کی طرف سے خاص طور پر مقرر کئے گئے ہیں جو اپنے مقام تقدس کے اعتبار سے ان حقوق کے دعوے دار ہیں اور میں اس امر پر جتنا بھی زور دوں کم ہوگا کہ یہ تصور اسلام سے قطعاً بعید ہے۔ اسلام ملائیت یا کسی حکومت مشائخ کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس لئے اسلام میں ''تھیوکریسی'' کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اب بھی پاکستان کے نظام حکومت کے ضمن میں ''تھیوکریسی'' کا ذکر کرتا ہے تو وہ یا تو کسی شدید غلط فہمی کا شکار ہے یا شرارت سے ہمیں بدنام کرنا چاہتا ہے۔

مساوات وعدل عمرانی

جناب والا! اب میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ قرارداد مقاصد میں جمہوریت' حریت' مساوات' رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں پر زور دیا گیا ہے اور اس کی مزید صراحت یہ کردی گئی ہے کہ دستور مملکت میں ان اصولوں کو اس تشریح کے مطابق ملحوظ رکھا جائے جو ان الفاظ کی اسلام نے کی ہے۔ ان الفاظ کی صراحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہ بالعموم مبہم طور پر استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً مغربی حکومتیں اور اشتراکی روس دونوں اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے نظام حکومت جمہوریت پر مبنی ہیں لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ وہ کس قدر مختلف ہیں۔ اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ ان الفاظ کے مفہوم کا تعین کردیا جائے تاکہ ہر شخص کے ذہن میں ان کا مفہوم آجائے۔ جس وقت ہم جمہوریت کا لفظ اس کے اسلامی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور اس کا اطلاق جتنا ہمارے نظام حکومت پر ہے اتنا ہی ہمارے معاشرے پر بھی ہے کیونکہ اسلام نے دنیا کو عظیم الشان نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ ان میں سے ایک عام انسانوں کی مساوات ہے۔ اسلام نسل' رنگ اور نسب کے امتیازات کو تسلیم نہیں کرتا۔ انحطاط کے دور میں بھی اسلامی معاشرہ ان تعصبات سے نمایاں طور پر پاک رہا جنہوں نے دنیا کے دوسرے انسانوں کے باہمی تعلقات کو زہر آلود کردیا تھا۔

اسی طرح ہماری رواداری کی روایات بھی عظیم الشان ہیں کیونکہ قرون وسطیٰ میں اقلیتوں کو کسی نظام حکومت کے تحت وہ مراعات حاصل نہیں ہوئیں جو مسلمان ملکوں میں ان کو حاصل تھیں۔ جس زمانے میں کلیسا سے اختلافات رکھنے والے مسیحیوں اور مسلمانوں کو اذیتیں دی جاتی تھیں اور انہیں گھروں سے نکالا جاتا تھا۔ اسلام ان سب کا مامن وملجا ثابت ہوا جنہیں مظالم کا نشانہ بنایا جارہا تھا اور جو تنگ آکر بھاگ نکلنے پر مجبور ہوئے تھے۔ زندہ جلانے کا تصور بھی اسلام میں کبھی نہیں آیا۔ تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ جب سامیوں سے نفرت کے تحت بہت سے یہودیوں کو یورپ کے ممالک سے نکال دیا گیا تو سلطنت عثمانیہ نے انہیں اپنے یہاں پناہ دی۔ مسلمانوں کی رواداری کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے جہاں اقلیتیں کافی تعداد میں موجود نہ ہوں اور جہاں وہ اپنے مذہب اور ثقافت کو برقرار نہ رکھ سکی ہوں۔ ہندوستان کے اس برصغیر میں بھی جہاں کبھی مسلمانوں کو لامحدود اختیارات حاصل تھے' غیر مسلموں کا پاس ولحاظ رکھا گیا اور ان کا ہمیشہ تحفظ کیا گیا۔''

☆☆☆

یہ اقتباس لیاقت علی خان کی ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کی اس تقریر میں سے لیا گیا ہے جو انہوں نے قرارداد مقاصد پیش کرتے وقت کی تھی۔ سب جانتے ہیں کہ لیاقت علی خان کا تعلق علماء کے قبیل سے نہ تھا نہ وہ کسی درجہ میں دینی یا مذہبی انسان تھے۔ پھر یہ کہ اپنی اسی تقریر میں وہ تھیوکریسی نظام حکومت کی شدید ترین مخالفت کرتے ہیں۔ طرز بود و باش' ماحول اور تعلیم کے حوالے سے ان کا قائداعظم سے صرف یہ فرق تھا کہ لیاقت علی خان اہل زبان کی حیثیت سے اچھی اور رواں اردو بول سکتے تھے جبکہ قائداعظم کو اردو بولنے میں کچھ دقت محسوس ہوتی تھی۔ ایسی شخصیت کا حامل قائد اس اعتراف پر مجبور ہے کہ پاکستان کے قیام کی اسلام کے سوا کوئی بنیاد نہ تھی۔ لیاقت علی خان سے زیادہ قائداعظم کا قرب کسی دوسرے شخص کو حاصل نہ تھا۔ انہوں نے اس تقریر میں قائداعظم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ مذہب کا مطلب محض خدا اور بندے کا تعلق ہے اور مذہب کا تعلق کاروبار مملکت سے نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر انہوں نے اس نظریہ کی پُرزور نفی کی ہے کہ Religion is a private affair of a man and has nothing to do with state affairs.

اس سب کچھ کے باوجود ہمارے ہاں مغربی تہذیب کے دلدادہ بعض نام نہاد دانشور اس بات پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ وہ حقائق کی نفی کرتے ہوئے پاکستان کے قیام کی حقیقی بنیاد سے انکار کریں اور سیکولرازم کا پرچار کرتے رہیں اور انتہائی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دقیانوسی نظریات کو قائداعظم سے منسوب کرتے رہیں۔ آج ہمیں اپنے ماضی پر ایک نگاہ بازگشت ڈالنے کی ضرورت ہے۔

لیاقت علی خان کے منہ سے جھڑے ہوئے یہ پھول آج بری طرح مرجھا چکے ہیں۔ سب کچھ ہوا میں تحلیل ہوگیا۔ مادہ پرستی اور زر کی ہوس نے ہمیں منزل سے مخالف سمت پر ڈال دیا۔ حکمرانوں نے پہل کی' عوام بھی پیچھے نہ رہے اور ''بابر با عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کے مصداق لوٹ کھسوٹ میں مسابقت شروع ہوگئی۔ سرمایہ حقیقی الہ بن گیا اور شب و روز ہم اس کے سامنے سربسجود رہنے لگے۔ پُرتعیش زندگی گزارنے اور اونچا سٹیٹس حاصل کرنے کے لئے ہم پاگل ہوگئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم پر اللہ کا عذاب اپنی بدترین شکل میں نازل ہوا جس سے ہم میں باہمی نفرت پیدا ہوگئی اور ہم ایک دوسرے کی قوت کا مزا چکھنے لگے۔ ہمارا ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ ہم معاشی سطح پر دیوالیہ ہوگئے۔ سماجی سطح پر مغرب کا غلبہ آزادی سے پہلے کی نسبت سے بھی زیادہ ہوگیا۔ سیاسی سطح پر ہم دنیا میں مذاق بنے ہوئے ہیں کہ کبھی مضحکہ خیز جمہوریت' کبھی فوجی حکومت۔ دنیا بھر میں ہماری وقعت اور عزت کیا ہوتی جب ہم خود اپنی نظروں سے گر گئے۔ عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کا صرف اور صرف یہ طریقہ ہے کہ ہم اسلاف کی راہ کو اپنالیں۔ ویسی دیانت' ویسی محنت وریاضت کریں' حصول آخرت کو زندگی کا ہدف بنالیں۔ دنیا خود ہی ہمارے قدموں میں آگرے گی۔

حقیقتِ احوال

یو بی ایل کے خلاف بائیکاٹ مہم کیوں؟

تنظیم اسلامی کی عوام کے نام اپیل کا پس منظر

وطن عزیز کا ہر مسلمان جو قرآن حکیم کے کلامِ الٰہی ہونے پر یقین اور فرمان نبویؐ پر عمل کرنا جزوِ ایمان سمجھتا ہے' دل میں شدید خواہش رکھتا ہے کہ ہمارا معاشی نظام سود سے پاک ہو جائے تاکہ بموجب آیات قرآنی اللہ اور اس کے رسولؐ سے ہماری جنگ بند ہو جائے اور حضورؐ کے قول کے مطابق ہم زنا سے بھی سوگنا زیادہ گناہ سے بچ سکیں۔

مسلمانانِ پاکستان نے اس وقت گہرے اطمینان کا اظہار کیا جب آج سے لگ بھگ ۱۰ سال قبل وفاقی شرعی عدالت نے بنک انٹرسٹ کو ربا قرار دے کر متبادل معاشی نظام کی تشکیل کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ اس وقت نواز شریف کا پہلا دورِ حکومت تھا۔ نواز شریف نے واضح اعلان کیا کہ حکومت اس فیصلے کے خلاف اپیل میں نہیں جائے گی اور یہ کہ عدالتی حکم کے مطابق غیر سودی نظام تشکیل دیا جائے گا۔ لیکن افسوس' صد افسوس کہ نواز شریف نے اپنے وعدے کا پاس نہ کیا اور حکومت نے عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ چنانچہ یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا تاآنکہ ۹ سال کی طویل مدت گزرنے کے بعد سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کا فیصلہ آ گیا اور الحمدللہ کہ اس بنچ نے نہ صرف وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رکھا بلکہ حکومت کو ۳۰ جون ۲۰۰۱ء تک کی مہلت دی کہ وہ غیر سودی معیشت کیلئے مسودہ قانون بنا کر یکم جولائی سے اس پر عملدرآمد کا آغاز کر دے۔

حکومت کے پختہ وعدوں اور غیر سودی معیشت کے لئے مسودہ قانون کی تیاری کی خبروں سے یہ امید ہو چکی تھی کہ یکم جولائی ۲۰۰۱ء سے ملک عزیز میں غیر سودی معیشت کا آغاز ہو جائے گا اور ہمارے خلاف اللہ اور اس کے رسولؐ کا اعلان جنگ اس کی تائید و نصرت میں بدل جائے گا۔ لیکن! افسوس' صد افسوس کہ اس مرحلہ پر ہمارے ملک کا ایک نامور بنک یو بی ایل آڑے آ گیا۔ اس نے سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل دائر کر دی گویا یہ معاملہ پھر غیر معینہ مدت کے لئے کھٹائی میں پڑ گیا۔ مسلمانان پاکستان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی اور امیدیں بددلی اور رنج و افسوس میں بدل گئیں۔

اس موقع پر ہم اپنی غیرت وحمیت دینی کا تقاضا سمجھتے ہیں کہ یو بی ایل کے اس فعل کے خلاف نہ صرف احتجاج کریں بلکہ اس اقدام کے نتیجے میں ایک بہت بڑے منکر کے جاری رہنے کے امکان پر اپنی بیزاری و نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے خلاف بائیکاٹ کی مہم چلائیں۔ چنانچہ ہم ہر اس مسلمان سے کہ جس کا اکاؤنٹ یو بی ایل میں ہے' اپیل کرتے ہیں کہ وہ یو بی ایل سے اپنا اکاؤنٹ فی الفور بند کر دے۔

توضیح

یو بی ایل کے ملازمین کی علماء کرام کے نام دردمندانہ اپیل

جو ''ندائے خلافت'' کے نام بصورت مراسلہ موصول ہوئی

ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ ملک بھر کے علماء کرام نے سود سے متعلق عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے خلاف یو بی ایل کی طرف سے دائر کردہ نظر ثانی کی اپیل پر احتجاجی تحریک چلانے اور یو بی ایل کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس ضمن میں ہم ملازمین یو بی ایل آپ صاحبان کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ اس اپیل سے یو بی ایل ملازمین کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اپیل آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ایجنڈے پر عمل کرنے والے مشیروں پر مشتمل انتظامیہ نے دائر کر رکھی ہے۔

یہ انتظامیہ ہم مظلوم ملازمین کے ساتھ بے جا ظلم روا رکھے ہوئے ہے۔ ہم ملازمین سے قرضہ جات پر بھاری سود لیا جا رہا ہے اور ۱۹۹۳ء سے ہماری تنخواہیں نہیں بڑھائی گئیں بلکہ اعلیٰ عدالتوں میں سود کے حق میں اپیل کر کے وکیلوں پر لاکھوں روپے لٹائے جا رہے ہیں اور باہر سے درآمد شدہ یہودی ایجنٹوں کو کنسلٹنٹ مقرر کر کے انہیں لاکھوں روپے تنخواہیں دی جا رہی ہیں۔ یو بی ایل کے موجودہ صدر عامر ظفر خان اسلام سے اتنے بے خبر ہیں کہ فیصل آباد چیمبر آف کامرس سے اپنے خطاب کے بعد سوال کنندہ کے جواب میں کہا کہ: ''آپ کا اسلام اس بارے میں کیا کہہ رہا ہے؟'' اس کا مطلب نعوذ باللہ یہ ہوا کہ ہر آدمی کا اسلام الگ الگ ہے۔ ایک طرف بنک کی موجودہ انتظامیہ پرانے ملازمین کو نکال رہی ہے جبکہ دوسری طرف ۵۰۰ خواتین کی بنک میں بھرتی کے اشتہارات آ رہے ہیں۔ یو بی ایل انتظامیہ یہاں پر امریکی طرز کی بنکنگ متعارف کروا رہی ہے جو کہ یہودی سازش اور خلاف اسلام ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم علماء کرام سے اپیل کرتے ہیں کہ یو بی ایل کے موجودہ صدر عامر ظفر خان اور باہر سے درآمد شدہ یہودی مشیروں کی برطرفی کا مطالبہ کریں اور یو بی ایل کے ملازمین سے روا رکھے گئے ظلم کے خلاف بھرپور احتجاج کریں۔ علماء کرام کی ان دینی کاوشوں میں یو بی ایل کے تمام ملازمین ان کے شانہ بشانہ ہوں گے۔ ہم اپنے سانس کے آخری لمحوں تک آپ کے احسان مند رہیں گے۔

بقیہ: منبر محراب

جب ہم نے اتباع چھوڑ دیا تو اس دنیا میں اس کا یہ نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ہم یہاں ذلت و رسوائی کا ایک عبرت ناک مرقع بنے ہوئے ہیں۔ گویا بقول علامہ اقبال ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی اس آخری بنیاد میں ہمارے لئے اس طریق کار کی طرف بھی رہنمائی کر دی گئی ہے جس پر کاربند ہو کر ہمیں دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنا ہے یعنی اس کتاب کو مضبوطی سے تھام کر اس کے داعی' علم بردار اور پیغام بر بن کر ہمیں دنیا کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔

حضور ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لئے جدوجہد کا یہی صحیح طریقہ ہے اور اسی میں ہماری دُنیوی اور اخروی فوز و فلاح مضمر ہے۔

انتقالِ پُرملال

رفقاء تنظیم اسلامی محمد بن عبدالرشید رحمانی اور فیاض عبدالرشید رحمانی کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد ۱۰ جون ۲۰۰۱ء بروز اتوار انتقال کر گئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللھم اغفرلھا و ارحمھا و ادخلھا فی رحمتک و حاسبھا حسابا یسیرا

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کی وفات حسرت آیات

نعیم اختر عدنان

﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان﴾ کا غیر مبدل اصول قرآن جیسی لاریب کتاب ہدایت کے صفحات پر شاید اسی لئے ثبت ہے کہ انسان کو اس دار فانی کی حقیقت و حیثیت بھی یاد رہے اور اپنے قیام و کوچ کی مدت اور مہلت بھی ازبر رہے۔ دنیائے فانی کی اسی فانی حیثیت کا تذکرہ اس وقت یوں ہمارے لبوں پر آ گیا کہ ہم اپنے ممدوح صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی کی وفات حسرت آیات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب سے میرا تعلق گزشتہ پندرہ سال کے ماہ و سال پر محیط ہے۔ میں جب بھی ان سے شرف ملاقات حاصل کرنے ان کے در دولت پر حاضر خدمت ہوتا وہ کمالِ شفقت کے ساتھ دیدہ و دل فرش راہ کرتے ہوئے خوش لباسی میں ملبوس نظر آتے اور وہ جب محو گفتگو ہوتے تو خوش گفتاری کے تمام طور طریقے اور آداب ان کے اندازِ متکلم میں سمٹ آتے۔ گیلانی صاحب دین اسلام کے پُر جوش مگر ہوش مند داعی تھے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور سربلندی کے خواہاں صاحبِ قلم ادیب تھے۔ وہ وسیع القلبی اور وسیع المشربی کے حامل حقیقی دانشور تھے اور سب سے بڑھ کر تہذیب و اخلاق، سادگی، جاذبیت کا حسین مرقع تھے۔ میں ہر اعتبار سے سید خورشید گیلانی سے کم تر حیثیت کا حامل ''برخوردار'' تھا مگر ان کی فقیرانہ اور درویشانہ محفل میں مجھے کبھی ''فاصلوں اور دوریوں'' کی مصنوعی راہ داریوں اور بناوٹی دریچوں کا احساس تک نہیں ہوا۔ سید صاحب کچھ لکھتے تھے تو ایسے لگتا جیسے موسم بہار میں پھولوں سے خوشبو کے معطر جھونکے آ رہے ہوں، وہ جب بھی لب کھولتے تو ایسے لگتا جیسے موتیوں کے دانے لڑیوں میں پروئے جا رہے ہیں۔ غرض تقریر ہو کہ تحریر، محفل ہو کہ جلسہ گاہ، وہ ہر جگہ ''صدر ہر جا کہ نشستند صدراست'' کا مصداق نظر آتے۔ ان کی شخصیت میں عالمانہ وقار اور دانشورانہ عظمت بیک وقت جلوہ گر نظر آتی۔ شاید علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

اپنے محترم و مکرم بلکہ محبوب کرم فرما صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی کو مرحوم و مغفور لکھتے ہوئے میرا ہاتھ کانپ رہا ہے، الفاظ ذہن سے پھسلے جا رہے ہیں، قلب پر رقت طاری ہے، جذبات بجھ سے گئے ہیں، احساسات پژمردہ سے لگتے ہیں..... مگر کیا کیا جائے کہ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے، جانے ہی کے لئے آتا ہے۔ سو سید خورشید گیلانی بھی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

میری نظر میں صاحبزادہ خورشید گیلانی ایک ''بانکا سجیلا'' مردِ مومن تھا جس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ ناچتی رہتی، جس کا دل ہر لمحہ اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کے لئے دھڑکتا رہتا، جس کے افکار و خیالات کا تانا بانا امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کے لئے وقف رہتا.... مگر لگتا ہے کہ قادر مطلق کو اپنا یہ خوبصورت پھول اور درویش صفت خورشید شاید کچھ زیادہ ہی پسند آ گیا تھا... صاحبزادہ صاحب کو ایک جان لیوا مرض نے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ میں کئی بار ان کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے ان کے در دولت پر حاضر ہوا، مگر انہیں کبھی اپنی بیماری اور تکلیف کا رونا روتے نہیں دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب پوچھتے ''عدنان صاحب! ملک، قوم اور عالم اسلام کس حال میں ہیں؟'' وہ بستر مرگ پر بھی حیات بخش باتیں کرتے۔ سید صاحب کو ان کی بیماری نے صاحب فراش بنا دیا تھا مگر وہ خود کو ہمیشہ میدان عمل میں سرگرم سمجھتے۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی بلاشک و شبہ ایک ہمہ پہلو اور بلند پایہ شخصیت تھے۔ وہ اس مصرع کا کامل مصداق تھے ع ''آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے''۔ شاہ صاحب ان خوش نصیب اور بلند مرتبہ لوگوں کی صف میں شامل تھے جو موت کے بعد بھی زندہ و جاوید رہتے ہیں۔ ایک عرب شاعر نے کیا خوبصورت بات کہی ہے۔

الناس صنفان موتی فی حیوتھم
و آخرون ببطن الارض احیاء

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ہری چند اختر نے بھی کیا خوب کہا۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

دعا

تو آفتاب گرِ ذوالجلال ہے مولا — تو ماہتاب دہِ ذوالجمال ہے مولا!
ازل سے لے کے ابد تک بقا ہے تیرے لئے — تو لازوال ہے تو لایزال ہے مولا!
مرا یقیں ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ — تو اپنی ذات کی خود ہی مثال ہے مولا!
شعور کو ترا وجدان ہو سکے گا کبھی؟ — محیط صدیوں پہ یہ قیل و قال ہے مولا!
سماں سماں تیری قدرت کی دسترس ہے عیاں — کراں کراں تیرا جاہ و جلال ہے مولا!
فروغِ عظمتِ انسانیت ہے سجدہ ترا — یہ سجدہ طلعتِ حسنِ مآل ہے مولا!
جبینِ شوق کی چوکھٹ ہے بارگاہ تری — ترا ہی در، درِ دستِ سوال ہے مولا
وہ جس نے رکھ دیا سجدے میں سر کو تیرے حضور — وہ قوم دہر میں فرخندہ فال ہے مولا!
مدارِ فکر و عمل ہے تری رضا کا حصول — تری رضا ہی میں اوجِ کمال ہے مولا

دلوں میں لذتِ احساسِ دردمندی دے
زمینِ پاک کو عالم میں سربلندی دے

(علامہ شبیر احمد بخاری لاہور)

آہ! بےچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!

موجودہ امریکی معاشرے میں اخلاقی انحطاط کا تانا بانا دوسری عالمی جنگ کے اس دور سے جڑتا ہے جب جنگ میں شرکت کے لئے کئی ملین امریکی مردوں کے ملک سے باہر چلے جانے کے بعد خواتین آزادیٔ نسواں کے کھوکھلے نعرے کے ساتھ ہر شعبہ پر نہ صرف چھا گئیں بلکہ اس آزادی کو حدود سے باہر بھی لے گئیں اور یوں خاندانی اکائی کے ٹوٹنے، طلاق کے عام ہو جانے اور امریکہ کی آئندہ نسلوں کی اخلاقی پستی کی بنیاد وجود میں آئی۔ آج مغربی تہذیب منصب خواتین کے بارے میں راہ اعتدال سے قطعی ہٹی ہوئی ہے۔ مغرب ذلت کے اس گڑھے میں اب خاتونِ مسلم کو گرانا چاہتا ہے۔ چونکہ ہماری معاشرت میں قرآن وسنت سے ہٹ کر کئی روایات رائج ہوگئی ہیں اسی لئے عالم کفر کی جانب سے سب سے کڑی تنقید جو ہم پر کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ مسلمان خواتین کی حق تلفی کی جا رہی

خلافت راشدہ میں خلیفہ کے انتخاب
کے وقت خواتین کی رائے اور بیعت
سے بھرپور استفادہ کیا جاتا تھا

ہے اور یہ کہ پردے کے اندر قید وہ اس جگمگاتی دنیا کو صرف اپنی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے پوری طرح بہرہ مند نہ ہونے کے باعث مسلمان خواتین نہ صرف اس پراپیگنڈے سے متاثر ہو جاتی ہیں بلکہ یہ کہتی بھی نظر آتی ہیں کہ ''آہ! ہم کتنی مظلوم ہیں''۔ اسی لئے مسلمان خواتین کے لئے اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ عالم کفر کے تمام ہتھکنڈوں سے باخبر رہنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ ماں کی آغوش ہر بچے کی پہلی تربیت گاہ ہے اور جو بچہ آج دس بارہ سال کا ہے اسے آئندہ دس پندرہ برسوں میں ملک وملت کی تعمیر وترقی میں بھرپور حصہ لینا ہے۔

وطن عزیز میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں خواتین کو ۳۳ فیصد نمائندگی دے کر یہ کہا جا رہا ہے کہ اس طرح پرانی روایات کو توڑ دیا گیا ہے۔ کون سی پرانی روایات؟ ہماری ۱۴۰۰ سال سے زائد پرانی روایات میں تو مدنی ریاست کی خواتین نہ صرف میدان جہاد میں سرگرم عمل رہیں بلکہ فقہ، علم، تعلیم وتدریس اور سیاست میں بھی آگے بڑھیں۔ وہ ایک خاتون ہی تو تھیں جن کے پیہم اصرار پر قرآن مجید کی سورۃ ''مجادلہ'' نازل ہوئی۔ وہ بھی ایک خاتون ہی تھیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بھری محفل میں ٹوک دیا تھا۔ وہ بھی ایک خاتون تھیں جنہوں نے برملا کہہ دیا تھا کہ جس امیر کو اپنی رعایا کا احوال معلوم نہ ہو اسے امارت کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

رعنا ہاشم خان

خلافت راشدہ میں خلیفہ کے انتخاب کے وقت خواتین کی رائے اور بیعت سے بھرپور استفادہ کیا جاتا تھا۔ وہ مردوں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کاموں میں اپنی حدود میں رہ کر شریک ہوتی تھیں۔ مرد اجتماعی امور میں ان سے مشورے لیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے بعض اجتماعی ذمہ داریاں خواتین کے سپرد کیں۔ آپ ﷺ نے خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے خواتین کو مقرر فرمایا۔ ان خواتین نے اپنے بچوں کی اتنی اچھی تعلیم وتربیت کی کہ بڑے ہو کر وہ مشہور عالم، محدث، مجاہد اور قائد بنے۔ خواتین نے اپنے حقوق کی نگہداشت کی۔ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے حضور اکرم ﷺ کے سامنے شکایات کیں اور اپنے حق میں فیصلے لئے۔ وہ دنیاوی معاملات اور سیاست کی سمجھ بوجھ بھی رکھتی تھیں تاکہ ایک اچھی مسلمان نسل کو پروان چڑھا سکیں۔ لیکن ۳۳ فیصد نمائندگی حاصل کر کے مردانہ وار سیاسی امور چلانے کی کہیں کوئی مثال نہیں ملتی۔ آج ہمارے لیڈران کرام جو ہر معاملے میں اسلامی قوانین کی بجائے برطانوی اور امریکی قانون کا سہارا لینے اور ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی چھڑی سے ہانکے جانے کے عادی ہو چکے ہیں اور جن کی پرواز فکر کو سودی قرضوں نے انتہائی محدود کر دیا ہے، انتخابات میں خواتین کی نمائندگی کو بھی روزمرہ کے عام معمولات کی طرح ہلکے پھلکے انداز میں لے رہے ہیں۔ آنے والے طوفان اور آئندہ نسلوں کی تباہی تو تب نظر آئے جب ان کے پیش نظر اللہ کی رضا، رسول ﷺ کی اطاعت اور آخرت کی کامیابی ہو۔

حکیم انسانیت ﷺ نے فرمایا تھا: ''لوگ اپنے حکمرانوں کے طرز عمل پر ہوتے ہیں اور جیسے تم لوگ ہوگے ویسے ہی حکمران تم پر مسلط کئے جائیں گے۔'' آج پاکستانی معاشرے میں خواتین ہر طرح سے یہ ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہیں کہ وہ ماڈلنگ سے لے کر کنسٹرکشن تک ہر شعبے میں اپنی اہلیت کا مظاہرہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اگر آج یہ خواتین اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی حدود میں رہتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہی ہوتیں تو کس میں اتنی ہمت تھی کہ وہ خواتین کو ۳۳ فیصد تو کیا ۳ فیصد نمائندگی بھی دینے کی بات کر سکتا!

کن فیوشس کا ایک قول ہے کہ ''اندھیرے کو کوسنے سے بہتر ہے کہ خود ہی ایک چھوٹا سا دیا جلا لیا جائے۔'' لہٰذا پاکستان کے باشندے اس وقت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر عملی ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نمائندگی کے خلاف تنظیم اسلامی کی آواز میں آواز ملائیں اور خواتین کو بجائے کار سیاست میں گھسیٹنے کے ایک ایسے دار الاسلام کے قیام کی کوشش کریں جس میں ایک عورت سونا اچھالتی

اسلام میں خواتین کو 33 فیصد نمائندگی دے کر
سیاسی امور چلانے کی مثال کہیں نہیں ملتی

چلتی ہے اور کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ ہماری قیادت بھی یہ جان لے کہ چونکہ پاکستان کی بنیاد ہی اللہ اور اس کے سچے دین کے نام پر رکھی گئی ہے لہٰذا جب بھی پاکستانی خواتین سے متعلق کوئی فیصلہ ہوگا تو اس کو دین کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے گا۔

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام مبتدی/ملتزم تربیت گاہیں 17 تا 23 جون بمقام اکبر ہاؤس، موسیٰ زئی کالونی، محلہ میر پور، مانسہرہ روڈ ایبٹ آباد میں منعقد ہو رہی ہیں۔

مقام تربیت تک پہنچنے کے لئے رفقاء واحباب راولپنڈی سے مانسہرہ جانے والی بس میں سوار ہو کر ایوب میڈیکل کالج سے اگلے میر پور کے سٹاپ پر اتر جائیں جو ملٹری اصطبل کے ساتھ ہے۔ اس کے بالمقابل محلہ کالونی ہے جہاں تربیت کے حوالے سے بینرز آویزاں ہوں گے۔

سفرنامہ افغانستان (5)

تنظیم اسلامی کے وفد کے حالیہ دورۂ افغانستان کی لمحہ بہ لمحہ روداد

شاہد اسلم

وفد میں شامل سیف اللہ پراچہ نے وزیراعظم سے عرض کی کہ جس طرح جہاد میں پاکستانیوں نے آپ سے تعاون کیا' آپ بھی اس معاملے میں پاکستان کی مدد کریں۔ ملا صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا کہ افغانستان کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ ایک وقت تھا کہ یورپ جس کا سرغنہ برطانیہ تھا' وسطی ایشیائی ریاستوں اور روس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا مگر افغانستان نے اسے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ اور دوسری دفعہ جب روس نے خلیجی ممالک تک پہنچنے کا ارادہ کیا تب بھی وہ افغان قوم کے خون کی ندیاں عبور نہ کر سکا۔ اس طرح اسی صدی میں ہم نے اللہ کے فضل سے وقت کی دو بڑی طاقتوں کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا۔ اب امریکہ فرعون بن کر مسلمانوں کی غیرت کو للکار رہا ہے۔ بہرحال ہمیں آپس میں تعاون کرنا چاہئے۔ وزیراعظم نے وفد کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور سب کو الوداع کہا۔

صدارتی محل سے باہر نکل کر ایک مسجد میں نماز عصر باجماعت ادا کی گئی۔ ہمارے میزبان نے بتایا کہ نماز مغرب کے بعد وزیر آب و برق ملاقات کے لئے ہوٹل میں تشریف لائیں گے۔ ابھی ہمارے پاس تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ ہے لہٰذا شہر کا عمومی وزٹ کیا جائے۔ اب ہمارا قافلہ شہر کے وسط کی طرف چلا جہاں دریائے کابل کے کنارے پل خشتی کی مشہور مسجد ہے اور اردگرد کا علاقہ تجارتی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس علاقے میں بعض عمارتیں پندرہ بیس منزلہ بھی ہیں' لیکن جب ہم یونیورسٹی روڈ پر چل رہے تھے تو کھنڈر چیخ چیخ کر پکار رہے تھے کہ ہم عظیم عمارتیں تھیں مگر ہمارے رہنے والے پہلے کمیونزم کی رنگینیوں میں مگن ہوئے تو رب کائنات کو بھلا دیا اور جب روسی ہماری حفاظت سے دست بردار ہوئے تو اللہ اور رسولؐ کے نام لیوا جہادی کمانڈروں نے ذاتی مفادات میں گم ہو کر رب کائنات کو بھلا دیا اور پھر آپس کی خانہ جنگی نے ہمارے سروں پر کوئی چھت سلامت نہیں چھوڑی۔ ہم مسلسل چلتے رہے اور دونوں اطراف ایک تباہ حال دارالخلافہ ہے جو کبھی یورپی ممالک کا مقابلہ کرتا تھا لیکن اب جس کے ایک ایک کھمبے پر بلامبالغہ ہزاروں گولیاں پیوست ہیں۔ قوم جب اللہ کی طاقت کو نظرانداز کر دیتی ہے تو پھر اللہ اسے اپنے ہی ہاتھوں ملیامیٹ کروا دیتا ہے۔

یونیورسٹی تین دن کے لئے بند ہے۔ ہم اس کے احاطے میں چلے گئے۔ درختوں کے جھرمٹ سے گزر کر ایک گوشے میں ماربل سے بنی سادہ سی قبر ہے۔ افغانی صاحب نے بتایا کہ یہ جمال الدین افغانی کا مزار ہے۔ وقت کی کمی کے باعث ہم گاڑیوں میں ہی بیٹھے مسنون دعا کرتے ہوئے گزر گئے۔ امیروں اور بادشاہوں کے دور میں یہ بطل جلیل افغان سربراہوں کی اصلاح کرتا ہوا افغانستان سے نکل کر امت کو مجتمع کرنے اور انہیں اس دور کے تقاضوں سے آگاہ کرنے اور عالمی استعمار کے سامنے پان اسلام ازم کی دیوار بنانے کے لئے ہندوستان' ایران' مصر' ترکی' فرانس' وسط ایشیائی ریاستوں اور نجانے کہاں کہاں سے ملک بدر نہ کیا گیا۔ اس امت کو بڑے بڑے دانشور اور مفکر اور مجاہد ملے مگر جاہل حکمرانوں کے مفادات نے ان کے سارے علوم و دانش پر جہالت کا پانی پھیر دیا کہ کہیں امت بیدار نہ ہو جائے۔ مگر اب اسی ارض افغانستان سے ضرب کلیمی ملا عمر کی قیادت میں لگنا شروع ہو گئی ہے' جس سے امت کے اجتماع و اتحاد کے راستے کی تمام دیواریں جو جاہل اور مفاد پرست حکمرانوں نے کھڑی کی ہیں ٹوٹ جائیں گی اور جمال الدین افغانی اور علامہ اقبالؒ کا خواب سچ ثابت ہوگا کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

بلدیہ بس سٹینڈ سے گزرتے ہوئے ہم کابل شہر کے بلندترین مقام یعنی جس پہاڑی پر ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل واقع ہے' پہنچے۔ ۱۹۹۸ء میں تنظیم کے پہلے وفد کے ساتھ ہم یہاں دو دن ٹھہرے تھے مگر خود درخواست کر کے یہاں سے ایک سادہ ہوٹل میں منتقل ہو گئے کیونکہ ہم امارت اسلامی پر مالی

> ملا عمر جہاد کے دوران تین مرتبہ زخمی ہوئے اور
>
> اسی دوران ان کی دائیں آنکھ بھی شہید ہوئی

بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ ہوٹل اگرچہ فائیو سٹار ہے مگر اب یہاں کوئی غیرشرعی ستارہ نہیں چمک سکتا۔ عریانیت اور شراب و موسیقی کا ستارہ ہمیشہ کے لئے ڈوب چکا ہے۔

بہرحال امیر محترم کی گاڑی والے ڈرائیور نے آخری بلندی پر پہنچ کر ہاتھ ہلایا مگر ہم کوسٹر والے کلمہ طیبہ پڑھنے لگے کہ اگر اس نے بھی گاڑی اوپر چڑھا دی اور خدانخواستہ بریک نے تعاون نہ کیا تو پھر ہم کابل کے انتہائی پست مقام پر ہوں گے لیکن اللہ کی قدرت اور ڈرائیور کی بہادری کہ ہم پستی کی بجائے امیر محترم کے ساتھ کابل کے بلند مقام پر پہنچ گئے۔ ہوا بہت ٹھنڈی تھی۔ افغانی صاحب یہاں سے امیر محترم کو شہر قدیم اور شہر جدید کا تعارف کروا رہے تھے۔ واقعی عجب نظارہ ہے' خاص کر رات کے وقت تو یہاں سے نیچے کابل شہر ستاروں کا آسمان لگتا ہے۔ مغرب سے پہلے پہلے ہم شہر نو سے گزرتے ہوئے ہوٹل آریانہ پہنچ گئے۔

وزیر آب و برق سے ملاقات

نماز مغرب سے فراغت کے بعد بارش شروع ہو چکی تھی جو کہ ساری رات جاری رہی۔ گرج اور چمک بھی اپنی جولانیاں دکھا رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر بعد وزیر آب و برق اپنے معاون کے ساتھ ڈائننگ ہال میں تشریف لے آئے۔ امیر محترم نے گفتگو کا آغاز حسب سابق ملا ربانی کی وفات پر تعزیتی کلمات سے کیا اور فرمایا کہ ان کی وفات افغانستان ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری امت کے لئے ایک خلا ہے جسے اللہ اپنی رحمت سے پورا فرما دے۔ امیر محترم نے سوال کیا کہ ملا عمر صاحب کا کس جہادی گروپ سے تعلق تھا تو مولوی احمد جان صاحب وزیر آب و برق نے جہاد کا پورا پس منظر بیان کیا اور بتایا کہ امیر المومنین کا تعلق نبی احمد محمدی کی حرکتہ الجہاد الاسلامی سے تھا جو انتہائی مشکل حالات میں بھی رہا یہاں تک کہ روس یہاں سے نکل گیا اور اس گروپ کے اکثر جوان مدارس میں واپس تعلیم و تعلم کے لئے چلے گئے۔ بہرحال ۱۹۷۸ء میں جب روس صدر داؤد کو پیچھے ہٹا کر خلق پارٹی کو آگے لایا تب عوام کھل کر کمیونزم کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہوئے مگر ظالم حکمرانوں نے جید علماء کو شہید بھی کروایا اور ایسا غائب بھی کیا کہ آج تک ان کی خبر نہ ملی۔ خود مولوی احمد جان صاحب کے دو سگے ماموں اور وزیر خارجہ مولوی وکیل احمد متوکل کے والد تب سے آج تک نہ مل سکے۔ اب امیر المومنین نے ان کی شہادت کا فتویٰ دے دیا ہے۔

جہاد کے دوران ملا عمر تین دفعہ زخمی ہوئے اور اسی دوران موصوف کی دائیں آنکھ بھی شہید ہو گئی۔ یہاں خدام الفرقان کے نام سے ایک زبردست تحریک تھی جس کے بانی حضرت نورالمشائخ تھے مگر کمیونسٹ حکمرانوں نے اس گھرانے کے اسی فیصد لوگوں کو شہید کروا دیا۔

وزیر احمد جان صاحب نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ پہلے میں امیر المومنین کے حکم سے تین سال

وزیر صنعت تھا۔ الحمدللہ وسائل کی قلت کے باوجود کافی تعداد میں فیکٹریوں کو کام کے قابل بنایا ہے تاکہ عوام کے لئے روزگار میسر آ سکے۔ اب بھی ہماری پلاننگ یہی ہے کہ کم از کم کھانے پینے کی اشیاء میں ہم خود کفیل بن جائیں تاکہ ظالمانہ عالمی پابندیاں ہمیں ڈگمگا نہ سکیں۔ اسی لئے اب عالی قدر امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ چھوٹے ڈیم بنائے جائیں اور زرعی فارم کثرت سے بنائے جائیں۔ شمال کے پہاڑوں کے ساتھ زرخیز زمین ہے' اسے بھی قابل کاشت بنانا ہے۔ بہرحال پاکستان سے ڈاکٹر بشیر الدین محمود صاحب کی ''امہ تعمیر نو'' اس سلسلہ میں تعاون اور پیش رفت کر رہی ہے۔ ہم ڈیموں پر چھوٹے پاور ہاؤس بھی بنا رہے ہیں تاکہ بجلی مزید سستی بھی ہو اور عام بھی۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ امریکن کمپنیاں ہمارے پیچھے پڑی ہیں کہ ہمیں کام کرنے کے مواقع دیئے جائیں مگر ہم مسلمانوں کے منتظر ہیں کہ وہ آئیں اور یہاں کام کریں۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ اگر اپنے تعاون نہ کریں گے تو لامحالہ وہ لوگ جو دوسروں کو افغانستان سے ایک چال کے ذریعہ بدظن کر رہے ہیں' خود تجارتی معاہدے کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

امیر محترم نے فرمایا کہ آپ انجینئرز اور ایکسپرٹس حضرات کو آمادہ کریں کہ وہ واپس آ کر یہاں کام کریں۔ مولوی احمد جان صاحب نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ مختلف لوگ مل کر اور اپنے وسائل کو یکجا کر کے چھوٹی چھوٹی کمپنیاں بنائیں اور یہاں کام کریں۔ گفتگو چل رہی تھی کہ ہوٹل میں سروس پر مامور نوجوانوں نے کھانا لگا دیا۔ اس وقت ٹیبل پر انواع و اقسام کے کھانے اور پھل پڑے تھے۔ کھانے کے دوران امیر محترم نے افغانی صاحب سے کہا کہ کھانا کھاتے ہوئے تو ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ افغانستان کوئی غریب ملک ہے۔ اس پر افغانی صاحب نے برجستہ کہا کہ ہم مہمان کو ڈٹ کر کھلاتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں۔ اس وقت مجھے محسن کا وہ شعر یاد آ گیا کہ:۔

ہم انا مست تہی دست بہت ہیں محسن
یہ بات الگ ہے کہ عادت ہے امیروں جیسی

رات کے تقریباً دس بج رہے تھے۔ نماز عشاء کے بعد مولوی احمد جان صاحب رخصت ہوئے۔ بارش اور ہوا تیز ہو رہی تھی۔ بہرحال آج کے آخری مہمان کو رخصت کر کے ہم اپنے اپنے کمروں میں استراحت کے لئے چلے گئے۔

(جاری ہے)

تاثرات

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اندھیروں سے نکال کر روشنی دکھادی ہے''

——— ایک نئے رفیق تنظیم کے جذبات واحساسات ———

محترم غلام محمد سومرو
امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ (بالائی)
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ خط کا جواب تاخیر سے دینے کی معذرت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کے لئے میں اس کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اندھیروں سے نکال کر روشنی دکھادی ہے اور اپنے محبوب بندوں کی محبت میرے دل میں پیدا کر دی ہے۔ میں حقیقی ایمان سے بالکل محروم تھا لیکن جب سے میں نے امیر محترم کے دروس قرآن سننے شروع کئے ہیں' میرے دل میں ایمان بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ میں ایک نامکمل انسان ہوں' مجھ میں ہزاروں کمزوریاں ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ایک اچھا انسان بننے اور اپنے محبوب بندوں کی صف میں شامل ہونے کی توفیق دے۔

میں نے ۲۵ اپریل کو تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اس کے بعد میں نے پہلا کام تو یہ کیا کہ میرے کمرے میں ڈش کی جو لعنت موجود تھی' اسے میں نے وہاں سے ہٹا دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ دوبارہ اس چیز کے قریب نہیں گیا۔ اس کے علاوہ میں نے ڈاکٹر صاحب کی کتب اور کیسٹیں دو آدمیوں کو دی ہیں۔ خدا انہیں سمجھنے کی توفیق دے! ہدایت تو اللہ ہی دیتا ہے' ہم نے تو صرف کوشش کرنی ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنے گھر والوں کے سامنے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتا رہتا ہوں۔ پچھلے ایک سال کے دوران میں نے پورے قرآن مجید کا ترجمے کے ساتھ مطالعہ کیا' اور اہم آیات کے ترجمے کو ایک نوٹ بک میں لکھتا گیا۔ اس کی ضرورت مجھے یوں محسوس ہوئی کہ میرے مشاہدے کے مطابق جب کوئی شخص پہلی مرتبہ قرآن مجید کا مطالعہ شروع کرتا ہے تو اسے اس حوالے سے کچھ دقت پیش آتی ہے کہ تاریخی واقعات سے عدم واقفیت کی بناء پر وہ الجھ کر رہ جاتا ہے اور اکثر اوقات اکتا کر مطالعہ درمیان ہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ میں نے قرآن مجید میں سے حکمت کی آیات اور اوامر و نواہی والی آیات کو جمع کر لیا ہے تاکہ ان پر خود بھی عمل کر سکوں اور لوگوں کو بھی اللہ کے ان احکام سے آگاہ کر سکوں۔ اس کے علاوہ میرا ارادہ ہے کہ محلے کی مسجد میں درس قرآن کا آغاز کروں۔ اس کام کے قابل عمل ہونے کا جائزہ لے رہا ہوں۔ ان شاء اللہ جلد ہی اللہ تعالیٰ کوئی صورت ممکن بنا دیں گے۔ مجھے میثاق اور ندائے خلافت باقاعدگی سے مل رہے ہیں۔

آپ میری ہدایت اور استقامت کے لئے دعا فرمایئے۔ میری شدید خواہش ہے کہ میں تنظیم اسلامی کا ایک فعال رکن بن جاؤں۔ مجھے امیر محترم کی ویڈیو کیسٹس کی عدم موجودگی بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ یہ کیسٹس میرے لئے ہدایت اور استقامت کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ امیر محترم کی زندگی پوری امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا اثاثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر خضر عطا کرے! رہتی دنیا تک ان کے دروس قرآن سنے جاتے رہیں گے۔

میری درخواست ہے کہ تنظیم کے ہر حلقے میں امیر محترم کی تمام کتب اور کیسٹوں کی لائبریری قائم کی جائے تاکہ تنظیم کے پیغام کو وسیع پیمانے پر اور موثر انداز میں عام کیا جا سکے۔ امید ہے میری اس تجویز پر تنظیم کے قائدین غور فرمائیں گے!

والسلام
خاکسار
سیف اللہ' میر پور ماتھیلو

From page:14

would give us an opportunity to implement the teachings of the Qur'an in social, economic, and political fields. In other words, this approach would help us establish the sovereignty of Allah (SWT) in the "religious" as well as the "secular" domains, and remove the dichotomy between collective life and state authority on the one hand and Divine guidance on the other. Unless activists of the Islamic movement get involved with the communities at the grassroots -- the approach that the external forces want our NGOs to follow for spreading their messages and ensuring practice on them -- it would be difficult to achieve the domination of the true way of life (*Deen al-Haq*). Our Prophet (PBUH) and his colleagues followed the same approach for establishing the Islamic system of social justice.

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

فیصل آباد میں امیر محترم کا خطاب

فیصل آباد کے رفقاء کی دیرینہ خواہش تھی کہ کسی طرح فیصل آباد کی بیوروکریسی اور اونچے لیول کے کاروباری طبقہ تک تنظیم اسلامی کی دعوت اور پیغام کو متعارف کرایا جائے۔ چناب کلب ہر دو طبقات کے مل بیٹھنے کی جگہ ہے جو شہر کے مرکز میں واقع ہے۔ کلب کی انتظامیہ اور امیر محترم کے مشورے سے ۶ جون بعد از نماز مغرب امیر محترم کا خطاب طے ہوا۔ انتظامات کی تشہیر کے لئے تنظیم اسلامی فیصل آباد کی غربی اور شرقی تناظیم نے انتھک محنت کی۔ کلب گراؤنڈ میں ۸۰۰ مرد حضرات اور ۲۰۰ خواتین کے لئے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا۔ خطاب سے پہلے لوگوں کی کثیر تعداد گراؤنڈ میں جمع ہو چکی تھی۔ چنانچہ پروگرام کے عین مطابق امیر محترم کا خطاب شروع ہوا۔ موضوع تھا ''امت مسلمہ کا ماضی' حال اور مستقبل''۔ امیر محترم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر پاکستان میں اسلام نافذ نہ ہوا تو یہ ملک باقی نہیں رہے گا۔ امت مسلمہ کی دشمن قوتیں اس کی منصوبہ بندی کر چکی ہیں' لیکن برصغیر کی چار سو سالہ تاریخ کے پیش نظر مجھے امید ہے کہ اسلام دشمنوں کا یہ منصوبہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکے گا' اس لئے کہ اسی خطہ سے احیائے اسلام کے لئے قوت فراہم ہو گی جو پورے عالم پر دوبارہ سے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کا ذریعہ بنے گی۔ البتہ ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ کیا ہم احیائے اسلام کی اس جدوجہد کا حصہ بنتے ہیں یا دجالیت کا شکار ہو کر اس موقع کو ہاتھ سے گنوا دیتے ہیں۔ احیائے اسلام کے کام میں تنظیم اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ انہوں نے حاضرین کو دعوت دی کہ اس دعوت کو جانچیں' پرکھیں اور پھر اس میں شامل ہو کر احیائے اسلام کی جدوجہد کے دست و بازو بنیں۔

اس سے پہلے صبح ۱۱ بجے الہدیٰ فیصل آباد جس کی انچارج انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے قائم مقام صدر کی اہلیہ صاحبہ ہیں' انہوں نے اپنے حلقہ خواتین میں امیر محترم کو خطاب کی دعوت دی تھی۔ یہاں تقریباً ۱۰۰ سے زائد خواتین نے امیر محترم کے خطاب کو سنا۔ بعد میں سوال و جواب کی بھرپور نشست ہوئی۔

(مرتب: مختار احمد)

حلقہ خواتین فیصل آباد کی دعوتی سرگرمیاں

بزم قرآن زرعی یونیورسٹی کے زیر اہتمام اولڈ سینٹ ہال میں طالبات کے لئے قرآن فہمی دروس کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے افتتاحی درس کے لئے بزم کی انچارج ڈاکٹر شہناز تنویر صاحبہ نے امیر محترم کی صاحبزادی کو دعوت دی تھی۔ چنانچہ ۲۵ مئی کو امیر محترم کی اہلیہ اور ان کی صاحبزادی چند دوسری خواتین کے ساتھ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد تشریف لائیں۔ انہوں نے قرآن پاک کے مختلف مقامات سے آیات پر مشتمل درس قرآن دیا۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

اس مجلس میں شرکت کرنے والی خواتین اور طالبات کی تعداد ۲۰۰ سے زائد تھی۔ تمام حاضرین کی ٹھنڈے مشروب سے تواضع کی گئی۔ اس کے بعد میزبان ڈاکٹر شہناز صاحبہ کے ہاں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد مہمان خواتین نقیبہ اسرہ فیصل آباد مسز ملک احسان الٰہی صاحب کے گھر تشریف لے آئیں۔

شام ۴ بجے حمید پلیس میں خواتین کا اجتماع عام منعقد کیا گیا۔ امیر محترم کی صاحبزادی نے عظمت قرآن کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد میں مقامی رفیقات کے ساتھ انتظامی امور پر گفتگو کی۔ اس مجلس میں تین سو کے قریب خواتین نے شرکت کی۔ پنجاب میڈیکل کالج کی طالبہ رفیقہ تنظیم بنت مجاہد نے خصوصی طور پر اپنے کالج کی طالبات کو اس پروگرام کی دعوت دی۔ چنانچہ ۲۵ طالبات نے اس محفل میں شرکت کی۔

(رپورٹ: ملک احسان الٰہی)

تنظیم اسلامی راولپنڈی (غربی) کا دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی راولپنڈی (غربی) کا دعوتی پروگرام ۲۰ مئی کو سید پور سکیم نمبر ۲ میں بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ جناب شمیم اختر صاحب نے فرائض دینی کا جامع تصور پر ایک لیکچر قرآن اور حدیث کی روشنی میں واضح کیا۔ پروگرام میں تقریباً پچاس احباب اور رفقاء نے شرکت کی۔ نماز عشاء سے پہلے اجتماعی دعا کے ساتھ یہ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: میر اصغر علی)

امیر حلقہ سندھ (زیریں) محمد نسیم الدین کا دورۂ حیدر آباد

۳ جون کی شب حیدر آباد میں امیر محترم کے پروگرام طے کرنے کے لئے امیر حلقہ سندھ محترم محمد نسیم الدین صاحب نے ۱۸ مئی کو حیدر آباد کا دورہ کیا تا کہ اس سلسلے میں وہاں کے نقیب عبدالقادر صاحب اور دیگر رفقاء سے مشورہ کر کے پروگرام کی تفصیلات طے کی جائیں۔ راقم اور رفیق تنظیم عمران حمید بھی ان کے ساتھ تھے۔ جمعہ کے دن حیدر آباد اسرہ کا ہفتہ وار اجتماع ہوتا ہے۔ اس موقع پر نئے رفیق محترم شفیع محمد لاکھو صاحب' جنہوں نے ہالا میں امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی' بھی موجود تھے۔ امیر حلقہ نے امیر محترم کے پروگرام کے لئے مشورے کئے اور طے پایا کہ یہ اجتماع ان شاء اللہ دیال داس کلب یا سندھ میوزیم یا پھر مہران آرٹس کونسل میں منعقد کیا جائے گا۔ خواتین کے لئے باپردہ شرکت کا اہتمام ہو گا۔ تشہیر کے لئے معمول کے ذرائع مثلاً پوسٹرز' ہینڈ بلز' بینرز اور خصوصی دعوت نامے تیار کئے جائیں گے۔ مقامی اخبارات کے علاوہ کراچی کے اخبارات میں بھی پریس ریلیز جاری کئے جائیں گے۔ محترم علی اصغر عباسی صاحب کو اس پروگرام کا ناظم مقرر کیا گیا۔

بعد ازاں' امیر حلقہ نے اپنے خطاب میں رفقاء پر زور دیا کہ اس ہفتہ واری اجتماع کو محض نشستند گفتند برخاستند تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ رسم شبیری کی ادائیگی کے لئے لوگوں میں تنظیم کی دعوت پھیلانے کا اہتمام بھی ہونا چاہئے۔ اس کے لئے نظام العمل میں طے شدہ شیڈول کے مطابق پروگرام کئے جائیں۔ انہوں نے نظام العمل سے پروگراموں کی تفصیلات بھی پڑھ کر سنائیں۔ احتسابی یادداشت پُر کرنے کی اہمیت واضح کی۔ یونائٹڈ بینک کی جانب سے سود کے حوالے سے سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل پر انہوں نے کہا کہ ہمارے جن رفقاء و احباب کا اکاؤنٹ اس بینک میں ہے انہیں اپنا اکاؤنٹ بند کر دینا چاہئے' ورنہ وہ بھی عنداللہ مسئول ہوں گے۔ امیر حلقہ نے یہ بھی کہا کہ حیدر آباد ڈیولپمنٹ اتھارٹی کو انجمن کی جانب سے ایک Amenity Plot کی الاٹمنٹ کے لئے درخواست دی جانی چاہئے۔ اس سلسلے میں نقیب اسرہ کو انجمن کی جانب سے خط فراہم کر دیا جائے گا۔ نقیب اسرہ کی جانب سے عشائیہ میں شرکت کے بعد ہم رات گئے کراچی واپس پہنچے۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

اسرہ اچ کا سودی نظام کے خلاف مظاہرہ

تنظیم اسلامی اسرہ اچ کے زیر اہتمام ۱۳ اپریل کو بعد نماز جمعہ سودی نظام معیشت کے خلاف ایک زبردست مظاہرہ ہوا۔ مظاہرے سے قبل خطاب جمعہ میں مولانا غلام اللہ خان حقانی نے مظاہرے کی غرض و غایت اور اہمیت پر روشنی ڈالی۔ مظاہرے کو کامیاب بنانے کے لئے رفقاء تنظیم اور احباب نے ایک ہفتہ پہلے تشہیری مہم چلائی تھی لہٰذا شرکت کرنے والوں میں مقامی آبادی کے علاوہ دور دراز کے لوگ بھی شامل تھے۔ مظاہرے کی قیادت مولانا حقانی نے کی۔ مظاہرین نے پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے جن پر سودی نظام' فحاشی اور ٹیلی ویژن کی مجرائی ثقافت کے خلاف نعرے درج تھے۔

سنہری باتیں

حضرت رجاءؒ بن حیواۃ فرماتے ہیں:

☆ کتنا بہترین ہے وہ اسلام جس کی زینت ایمان ہو۔
☆ کتنا بہترین ہے وہ ایمان جس کی زینت تقویٰ ہو۔
☆ کتنا بہترین ہے وہ تقویٰ جس کی زینت علم ہو۔
☆ کتنا بہترین ہے وہ علم جس کی زینت عمل ہو۔
☆ کتنا بہترین ہے وہ عمل جس کی زینت حسن سلوک اور شفقت ہو۔

both embrace radical social and economic reform, both demand a total appropriation of the public space, and they share a dogmatic, ideological view of the world. Both provide a totality." Many Muslim societies are ripe for movements such as the Ikhwan to take root. European aggression and Western cultural imperialism, combined with mounting economic crises and the declining legitimacy of aristocratic ruling elite, are drawing many Muslims to the burgeoning movements advocating change through gradual social reform or radical revolution. Disillusioned with degenerate forms of a world-renouncing Sufism and with the traditional religious political parties taking part in elections for personal gains -- who had been reduced almost to the status of mere lackeys of the ruling parties, appeal for Islamic revolution by leaders like Dr. Israr Ahmad of Tanzeem-e-Islami strike a sympathetic chord in the hearts of many young and old Muslims alike. Their efforts begin with founding organisations of their own but simply bringing Muslims back to Islam as a comprehensive code, covering all aspects of personal and collective life. Leaders of the Islamic movements are concerned with social justice and the rights of the oppressed and the poor. This naturally brings them into growing opposition with sections of ruling elite, who find these calls for radical social justice a threat to their interests. This factor leads the establishment to a war-like confrontation with the Islamic movements, seeking to root them out completely by force. Reactionary violence might make sense in places like Algeria and Egypt but not in Pakistan. The nascent Islamic movements in Pakistan need to seriously take the issues of socially marginalised communities and try to initiate vast networks of social uplift projects. If they can do it for Afghanistan, they can do so for supporting the poor Pakistanis as well. After failure of the government, the marginalised communities look forward to the donors-funded development NGOs, but they too have mismanaged millions of dollars through sheer incompetence and corruption. Focusing on social projects would help Islamic movements penetrate into almost all parts of the country and establish a strong base. Their appeals to Islamic authenticity and their championing of the interests of the marginalised would go up to make Islamic movement a formidable opposition force in Pakistan and elsewhere. Through initiating organised social uplift projects, Islamic movements are the best alternative to stop the sitting governments from creating two classes in the country: One that leads, owns and rules; the other lead, is owned, is forced into submission, and supports without questioning, debating or even given the chance expressing its point of view let alone have it adhered to. It would also help counter the liberal elites, running advocacy organisations for spreading the filth of feminism, secularism and cultural assimilation. Islamic sources of funding abound, such social projects would never run into financial problems and would prove more sustainable than the foreign funded organisations, who run from pillar to post once the donor agenda changes and want the NGOs also to switch and start dancing to a new tune. One of the most important aspects of Islamic movements to initiate social projects is that they would provide a good alternative for taking people away from the addiction to micro-credit. We are making long and short speeches on the curse of interest but never look at our communities, where non-government organisations are working like micro-finance institutions for addicting communities to the curse of micro-credit. These small loans are given at an interest rate of 18-25%. After indebting the government of Pakistan to the utmost capacity, the capitalists have shifted their focus to directly target the public. They have made institutional mechanism to make sure that the capital goes back to the capitalists. The micro-credit Bank, Pakistan Poverty Alleviation Programme and Khushali Bank are part of this grand scheme. Now, the curse of interest is not limited to our banks, but has reached our grassroots. Islamic movements would do well, if they start lending programmes for the poor on Islamic principles, like *Qarz-i-hasna*, or promote micro-enterprise activities on the principles of *Mudariba*, *Musharika*, *Khumus*, etc. It would save them from getting trapped in the vicious cycle of the capitalists. Islamic activists have to react to and take advantage of the inefficiency and the sheer ineptitude of the government and the gap that even the NGOs couldn't fill despite acquiring huge sums in the name of community development. A perfect example of how the Islamic activists have responded to social needs with far greater alacrity than the regime in Egypt was the earthquake in Cairo in 1992. The government was totally paralysed. Mubarak was travelling abroad, and for two days the government did absolutely *nothing*. Within hours, however, the Islamists were on the streets -- with tents, blankets, food, and alternative housing. The same thing happened in 1994, in Durunka, when flash-floods carried flaming fuel from an army depot through the streets. Once again, the government was simply incapable of coping, and the "Islamists" filled the void. Unlike Egypt and Turkey, the Islamic movements in Pakistan can really make a major shift in their approach with focusing not only on assistance in relief and social welfare activities, but through practical involvement in the development process like other NGOs. The major difference would be their source of funding and the agenda they promote. There is a substantial culture of private voluntary philanthropy in Pakistan, which is estimated at Rs 41 billion in 1998 in cash and goods, and Rs 30 billion in volunteering. Islamic revival needs social guides not guns to take advantage of such opportunities. It needs action, not reaction. Development organisations under the auspices of Islamic movements would have the advantage to utilise these funds and services in innovative community development activities for sustainable development, as well as bring basic and radical changes in all departments of collective life. This

(see page : 12)

The need of social uplift projects for Islamic revival?

All kinds of fanaticism, terrorism, and militancy have been associated with Islamic movements around the world. However, no one agrees that bombs and guns are needed for Islamic revival or that the enforcement of Islamic code of punishments would turn an un-Islamic country into an Islamic one. The prerequisite for Islamic revival is to change the basic politico-socio-economic structure of an un-Islamic state in accordance with the tenets of Islam. The law, whether Islamic or secular, is only meant to protect and defend the system. What we really need are basic and radical changes in all departments of collective life. If not through guns and mere demands for the enforcement of Islamic laws, what then do we actually need for Islamic revival? Before answering this question, we need to analyse the phenomenon that gives birth to Islamic movements and see if their approaches can really establish Islamic system in all departments of life. Take Egypt for instance, where 95 per cent of its six million population lives on 5 per cent of the land. Every ten months the country's population grows by a million, and every day about one thousand new residents arrive in the capital, Cairo. For the vast majority of Egyptians such conditions mean that poverty is the rule. Why is it so that the Egyptian government is unprepared and unwilling to cope with its burgeoning population's needs, and instead prefers to devote its attention to the "war on Islamic militants"? The same is true with the present government of Pakistan. Debt and inflation are on the rise and with them the cost of living and the number of poor. The government, however, feels more obliged to play with the Quranic verses in school curriculum and to somehow strangle sources of funds for religious institutions. When a state leaves its basic responsibilities aside and start focusing on the priorities of its Masters, who keep it in power, a parallel welfare state arises, like the one set up by Ikhwan ul Muslimoon in Egypt and Refah in Turkey. It simply makes an Islamic movement and its victory inevitable. Sell out leaders, corruption, mismanagement, ineffective political and economic systems and other such factors directly lead to the revival of Islam in the Muslim societies. Marry Anne Weaver, a staff writer for *The New Yorker* magazine, says that the "religious quotient in Egypt had grown in direct proportion to the decay of the infrastructure, the corruption of the government, the lack of services, the ossification of the bureaucracy." She further observes: "...since the 1970s the Islamists there -- with growing vigor, in growing numbers, with growing support -- have infiltrated the courts, the universities, the schools, the arts. A number of preeminent Egyptian thinkers and ideologues are quite convinced that an Islamic victory in Egypt is inevitable." The US foreign policy always disregards states and focuses on personalities for achieving its objectives. The same approach has been adapted for thwarting Islamic movements. But this policy may not work for far too long. If, for example, Hosni Mubarak were to die tomorrow, there's no logical person to assume the role of an effective puppet as the helm of the Egyptian state. And whoever succeeds Mubarak will have to have the active support of not only the US and Egyptian army but also the growing number of Egyptians who have embraced the call for the implementation of Islamic law, or Shariah. Like Weaver, even the worst enemies of Islam have realised that the reason people are attracted by the Islamic movements is not "the guns and bombs of the more-militant groups," but the alternative they offer for the failed governments and their "ineptitude." They rightly observe, "the Islamists' rising profile is happening not just in Egypt. It's happening throughout the Arab Middle East -- in Jordan, Algeria, Saudi Arabia, the West Bank and the Gaza Strip." The violence that has wrongly been associated with Islamic movements is, in fact, a reaction to the state repressive tactics to keep Muslim activists at bay from taking coming into mainstream politics. The disappointing aspect of this story is that not only the western governments but even the UN also approves and supports state terrorism against Islamic activists, such as in Algeria. The more the Western governments intervene to make the Muslim states "moderate," secular and "liberal," the more they are turning them into closed states, like the Marxists and the socialists -- totally marginalized, with the only ideology of fruitless liberal democracy for the people to gravitate around. The Islamic movements provide the only viable alternative to such governments. It is very unfortunate for the planners of world government that unlike Christianity and other religions, no line can be drawn to relegate Islam to the private sphere and give it no role in politics, economics and society at large. At the moment as the sell outs among us are jumping onto the band wagon of secularism for personal gains, it is encouraging to have confessions from non-Muslims, like Mary Anne Weaver, who observes: "Here's an example of the blending of the religious and the secular: a number of my former professors from the American University of Cairo were Marxists twenty years ago -- fairly adamant, fairly doctrinaire Marxists. They are now equally adamant, equally doctrinaire Islamists. Why? When you look at Islam and at Marxism, there are a lot of common denominators: both are egalitarian,

Vol.: 10 Regd. CPLNo. 127 No. 21

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ آسمانوں میں ''بروج'' کا ذکر قرآن حکیم میں ملتا ہے' ان سے کیا مراد ہے؟

☆ دنیوی تعلیم پر کثیر روپیہ خرچ کرنا کیا شریعت کی رو سے جائز ہے؟ ☆ اللہ مولیٰ ہے' علماء کو مولانا کہنا شرک تو نہیں؟

☆ مرتد کی سزا موت: اس کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ ☆ اسلام دست شناسی کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س : دنیوی تعلیم پر بہت سارو پیہ خرچ کرنا کیا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

ج : دنیوی تعلیم یعنی مختلف علوم و فنون' سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کافی سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ اس میں حرمت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

س : اس سلسلے میں راہنمائی فرمائیں کہ اسلام دست شناسی کو کس نظر سے دیکھتا ہے' کیونکہ دست شناسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سائنس ہے؟

ج : دست شناسی یا ستارہ شناسی کو سائنس نہیں کہتے بلکہ اسے پراسرار سائنس (Occult Science) کہتے ہیں یعنی یہ فزکس' کیمسٹری کی طرح کی سائنس نہیں بلکہ یہ وہ سائنس ہے جس کے لئے کوئی سائنٹفک بنیاد نہیں ہوتی۔ میرے نزدیک تو ان چیزوں پر یقین رکھنا ایمان کے منافی ہے۔ اسلام ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی نجومی کی پیشین گوئی پر یقین کیا اس نے میری لائی ہوئی تعلیمات کا کفر کیا۔''

س : مرتد کی سزا موت ہے۔ یہ اسلام میں کہاں سے پتہ چلتا ہے؟

ج : مرتد کو موت کی سزا دیئے جانے کا ذکر قرآن مجید میں سابقہ امت کے حوالے سے ہے' یعنی بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی انہیں قتل کیا گیا۔ چنانچہ سابقہ شریعت (موسوی) میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ ہمارے ہاں دو معاملات میں حضور اکرم ﷺ نے شریعت موسوی کے حکم کو قائم رکھا ہے' ایک مرتد کی سزا قتل اور دوسرے زانی کی سزا رجم۔ رجم کا ذکر اگرچہ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے لیکن حضور ﷺ نے توراۃ کے مطابق یہ حکم دیا کہ شادی شدہ عورت یا مرد اگر زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں پتھر مار مار کر قتل کر دیا جائے گا۔ درحقیقت یہ توراۃ کی سزا ہے' جسے حضور ﷺ نے جاری رکھا ہے۔ یہ سنت سے ثابت ہے اور سنت نے اسے شریعت موسوی سے لیا ہے۔

س : سورۃ البروج کی ابتدائی آیت اور سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں آسمانوں پر جن بروج کا ذکر ہے' ان سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ وہ بروج ہیں جن کا ذکر (حمل' جوزا' ثور وغیرہ کے نام سے) اخبارات میں ہوتا ہے؟

ج : قرآن پاک میں مذکورہ بروج کا ان بروج سے کوئی تعلق نہیں ہے جن کا ذکر اخبارات میں ہوتا ہے۔ ان بروج سے مراد تو یوں سمجھئے کہ آسمانوں میں خصوصی سٹیشن ہیں جہاں سے فرشتے اس بات کی حفاظت کرتے ہیں کہ جنات آسمان میں فرشتوں کے مابین ہونے والی گفتگو کی خبریں نہ لے اڑیں۔ جنات جب اس طرف کا رخ کرتے ہیں تو ان پر میزائل یعنی شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں' جو درحقیقت شیاطین جن کا تعاقب کرنے کے لئے آتے ہیں۔

س : قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو ''مولیٰ'' کہا گیا ہے۔ بعض حضرات علماء کرام کو اس سے ماخوذ شدہ لفظ ''مولانا'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس میں کہیں شرک تو نہیں؟

ج : کسی عالم دین کو مولانا کہہ کر پکارنے میں کوئی حرج نہیں' اس لئے کہ یہ لفظ دو طرفہ ہے۔ مولیٰ آقا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہ لفظ حمایتی' مددگار اور دوست کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور مولیٰ آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہیں۔ اگر آپ نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو اب وہ آپ کا مولیٰ ہے۔ مولانا متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مولوی (میرے آقا) واحد کے صیغے میں ہے جبکہ مولانا جمع کے صیغے میں ہے یعنی ہمارے آقا۔ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ اس لئے کسی کے لئے احتراماً مولوی یا مولانا کا لفظ استعمال کرنا ہرگز شرک نہیں۔

س : آج کل بعض خاندان اپنی بچیوں کو پڑھنے کے لئے اکیلا مغربی ممالک میں بھیج دیتے ہیں حالانکہ وہاں کے ماحول سے ہم سب واقف ہیں۔ علاوہ ازیں خواتین میں انجینئرنگ جیسے عملی علوم سیکھنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور بعد ازاں خواتین مختلف کمپنیوں میں ملازمت کرتی ہیں جس سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ براہ کرم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رہنمائی کریں۔

ج : اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صاف بات یہ ہے کہ اسلام ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔ بچیوں کو بغیر محرموں باہر بھیج دینا انتہائی خطرناک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ نہایت بے غیرت ہیں جو اس طرح اپنی بیٹیوں کو باہر بھیجتے ہیں۔ ان لوگوں میں دینی حمیت و شرافت تو کیا' انسانی حمیت و شرافت بھی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خواتین کی تعلیم ضرور ہونی چاہئے لیکن خواتین کی تعلیم کے لئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ان علوم کی تعلیم ہو جو امور خانہ داری میں مفید و ممد ہوں۔ علاوہ ازیں بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی نفسیات کا علم حاصل کریں تاکہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت بہتر سے بہتر انداز میں کر سکیں۔ میڈیکل پڑھیں تاکہ خواتین کا علاج خواتین ہی کر سکیں اور خواتین کو اپنے علاج کے لئے مردوں کے سامنے نہ آنا پڑے۔ یہ واضح رہے کہ اگر کسی قوم کے اندر اللہ کے احکام کی پابندی کا شعور و جذبہ پیدا ہو جائے گا تو سٹیٹ پالیسی خود بخود ایسی ہو جائے گی کہ خواتین اور مردوں کے الگ الگ دائرہ کار ہوں گے۔ بہرکیف' ان حالات میں اگر کسی بچی کو انجینئرنگ پڑھنے کا شوق ہے تو پڑھ لے۔ علاوہ ازیں کہیں کوئی ملازمت ایسی ہو کہ وہ اپنے پردے کو مکمل رکھتے ہوئے کام کر سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہم اس کے قائل ہیں کیوں کہ اب دنیا میں معاشی مسابقت کا معاملہ چل رہا ہے۔ اگر ہم ویمن فورس کو صنعتی کام کے اندر شامل نہیں کریں گے تو دنیا کی دوڑ میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا خواتین کے لئے ایسے انڈسٹریل یونٹس ہونے چاہئیں جہاں عورتیں ہی کام کریں اور عورتیں ہی سپروائز کریں۔ وہاں عورتیں ہی انجینئر ہوں' عورتیں ہی لیبر کر رہی ہوں' تو یہ بہت اچھی بات ہوگی۔ یہ ساری چیزیں ممکن ہیں بشرطیکہ اوپر نظام چلانے والے یہ عہد کر چکے ہوں کہ انہیں اسلام کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ پھر اس معاملے میں کوئی خرابی نہیں ہوگی۔

(مرتب: انور کمال میو)